قُل هٰذِهٖ سَبِيلِيٓ اَدعُوٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيرَةٍ اَنَا

ومن اتبعنی

بفضل اللہ المنان رسالہ شریفہ مشتمل بر فتاوی سرکار

شریعتمدار حجۃ الاسلام مولانا مولوی سید علی الحائری مجتہد پنجاب

المعروف بہ

فتاوی حائری

حصہ سوم

مولفہ فاضل جلیل و عالم نبیل الواعظ الشہیر مولانا

مولوی مرزا احمد علی صاحب امرتسری اللاہوری مدظلہ

بمعرفت شیخ غلام علی شہیدیہ سنگساز

صدیقی پریس لاہور طبع شد

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	متعہ اور نیوگ	۱	۷	مسح پا	۱۵
۲	بدعت کلوخ	۳	۸	ثبوت غضب حضرت زہرا اول	۱۷
۳	فلسفۂ ختنہ	۴	۹	ثبوت مسنونیت سجود بر سجدہ گاہ	۲۲
۴	ضعف حدیث لا مہدی الا عیسیٰ وابطال عقیدۂ مرزائیہ	۶	۱۰	استقبال قبلہ در رد آریہ	۲۵
			۱۱	عقاید کفریہ فرقہ چکڑالوی	۲۶
۵	متعہ	۱۰	۱۲	ثبوت پنج تکبیر نماز جنازہ	۳۴
۶	مسایل عجیبہ اہل خلاف	۱۴	۱۳	ذبح البقر	۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی اوضح سبل الھدیٰ والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذی اصطفیٰ سیما علی سیدنا ونبینا محمد افضل الانبیاء وعترتہ النجباء اما بعد اقل الطلاب مرزا احمد علی ولد منشی محمد مہدی مرحوم امرتسری خدمت مومنین باتمکین میں عرض رسا ہے کہ چونکہ جناب ملاذ الشیعہ حجۃ الاسلام خادم شریعۃ الغراء حضرت علامہ حائری مجتہد پنجاب مدظلہ بہ سبب تصنیف تفسیر بے نظیر لوامع التنزیل بہت ہی عدیم الفرصت ہیں۔ اس لئے اکثر مسایل مستفسرہ کے جوابات بحکم سرکار علامہ مطابق ان کے فتاوی اور موافق انکی رائے کے یہ احقر دیتا رہا۔ اب مومنین کے اصرار سے ان تمام کو ترتیب دیا چونکہ حضرت علامہ حائری کی رائے وفتاوی کو ان کے حکم سے لکھا گیا ہے لہذا اسسلسلہ مجلدات فتاوی حائری میں سے اس وجیزہ کو حصہ سوم قرار دیا گیا۔ وما توفیقی الا باللہ خداوند عالم مومنین کو اس سے منتفع کرے۔

سوال (۱) کیا شیعوں کا متعہ اور آریوں کا نیوگ ایک ہی ہے۔ جب کبھی آریوں پر نیوگ کا اعتراض کیا جائے وہ متعہ کا حوالہ دیدیتے ہیں۔ جس سے بہت شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔

جواب۔ متعہ اور نیوگ کو ایک سمجھنا جہالت کی وجہ سے ہے۔ اسلام میں کوئی ایسا حکم نہیں جو نیوگ جیسی بے غیرتی تعلیم دیتا ہو۔ الحیاء من الایمان اسلام کی تعلیم ہے۔ اب میں آریوں کی کتابوں سے نیوگ کی حقیقت لکھتا ہوں تاکہ حضرت سایل کی شرمندگی دور ہو

پنڈت دیانند بانی آریہ سماج بھاشا میں ترجمہ رگوید منڈل ۱۰ اسکیت ۱۰
منتر ۱۰ یوں لکھتے ہیں۔ "جب خاوند اولاد جنانے کے قابل نہ رہے تب اپنی بیوی
کو حکم دے کہ اے بھاگوان اولاد کی خواہش کرنے والی عورت تو مجھ سے دوسرے
مرد کی درخواست کر کیونکہ اب مجھ سے اولاد ہونے کی امید نہ رکھ۔ لیکن اس حقیقی
خاوند کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہے الخ"۔

ستیارتھ پرکاش مترجمہ لالہ رادھا کشن صہ میں لکھا ہے "کہ بیاہتا عورت کا
خاوند دھرم کی خاطر پردیس گیا ہو تو آٹھ سال تک۔ علم و شہرت کے لئے گیا ہو
تو چھ سال تک۔ دولت کمانے کی خواہش سے گیا ہو تو وہ عورت تین برس
تک رستہ دیکھ کر نیوگ کر کے اولاد پیدا کر لے۔ جب خاوند آئے تب نیوگ
شدہ خاوند کو ترک کر دے الخ"۔

ستیارتھ پرکاش صہ۱۵۳ میں حاملہ عورت کی نسبت لکھا ہے کہ اگر مرد یا
عورت سے ایسی حالت میں رہا نہ جائے تو نیوگ کریں۔ مندرجہ بالا تینوں صورتیں
دیوثی کی تعلیم دیتی ہیں۔ لیکن متعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ شوہر دار عورت نہ نکاح
ثانی کر سکتی ہے نہ متعہ۔ اگر عورت ممتوعہ ہے تو بھی جب تک ایک کے عقد
متعہ میں ہے دوسرے سے نہ نکاح کر سکتی ہے نہ متعہ۔ پھر متعہ اور نیوگ ایک کیسے
[illegible]۔ آریہ عورت اپنے خاوند کے موجود ہوتے گیارہ مردوں سے اولاد کی
خاطر یا لذت کے لینے کے لئے نیوگ کر سکتی ہے۔ اور پھر جو اولاد نیوگ سے ہو
وہ پہلے خاوند کی سمجھی جاوے گی۔ لیکن اسلامی متعہ میں ایک خاوند کے ہوتے دوسرے
سے تعلق پیدا کرنا حرام ہے اور جس کا نطفہ ہو اسی کی اولاد سمجھی جائیگی۔ اس سے
ثابت ہوا کہ متعہ اور نیوگ ایک نہیں سخت غلطی پر ہیں وہ لوگ جو دونوں کو ایک
سمجھ کر خلق خدا کو دھوکا دیتے ہیں۔ پس درحقیقت متعہ اور نکاح کے مسایل اُدّ

احکام میں فرق نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ نکاح دائمی ہوتا ہے اور متعہ منقطع یک
وقت معین کیواسطے ۔

سوال (۲) آیا پیشاب کر کے کلوخ لینا سنت نبوی ہے اور کیا کلوخ سے
طہارت ہوجاتی ہے بینوا وتوجروا +

جواب - کلوخ لینا سنت نہیں ہے بلکہ ایجاد خلیفہ دوم اور بدعت ہے
چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کتاب ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص
میں لکھا ہے کان عمر اذا بال مسح ذکرہ بحائط او حجر لم یمسہ ماء قلت
اجمع علی ذالک علماء اهل السنۃ ولیس فیہا حدیث مرفوع
وانما هو مذهب عمر قیاسا علی الاستنجاء من الغائط اطبق علی تقلیدہ
العلماء یعنے حضرت عمر صاحب پیشاب کرتے تو اپنے ذکر کو دیوار یا پتھر سے ملتے اور
پانی نہ لگاتے ۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس پر علماء اہل سنت نے اتفاق کیا
ہے ۔ لیکن اس بارے میں کوئی حدیث مرفوع نہیں ۔ یہ صرف حضرت عمر کا مذہب
تھا جنہوں نے استنجا غائط کے قیاس سے یہ ایجاد نکالی اور علماء نے انکی تقلید
پر مطابقت کی ہے ۔ اس عبارت پر بطور فایدہ لکھا ہے کہ استنجا بکلوخ بعد
پیشاب سنت عمر است (یعنی پیشاب کے بعد کلوخ سے استنجا کرنا سنت عمر ہے،
مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں واما فی
البول فالغسل بالماء ثابت بھذہ الروایہ واما استعمال الحجر فیہ
فلم اطلع علی حدیث صریح یدل علیہ ان النبی فعلہ پھر لکھتے ہیں نعم
ثبت ذالک صریحا عن عمر انہ کان یبول ویمسح ذکرہ بحجر او تراب
لم یمسہ الماء اخرجہ عبد الرزاق فی مصنفہ وابو نعیم فی
الحلیہ والطبرانی فی الاوسط ۔

ترجمہ - اس روایت سے بول کا پانی سے دھونا ثابت ہوا۔ اما کلوخ کے بارے میں مجھے کوئی حدیث صحیح نہیں ملی جس سے ثابت ہو کہ نبیؐ نے اسے کیا تھا ہاں یہ صریحاً حضرت عمر سے ثابت ہے۔ وہ جب بول کرتے تو اپنے ذکر کو پتھر یا مٹی سے رگڑتے اور پانی سے پاک نہ کرتے۔ اس کو عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں - ابونعیم نے حلیہ میں اور طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے + ہم نے اوپر اہل حدیث اور احناف کے اکابر کی تحریرات کو اس بارے میں درج کر دیا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کلوخ بدعت ہے نہ سنت اور اس لئے اس سے طہارت نہیں ہو سکتی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے تو صاف لکھدیا ہے کہ حضرت عمر نے اس میں قیاس کیا ہے۔ حالانکہ دین میں قیاس ناجائز ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے اول من قاس امر الدین فھو ابلیس فمن قاس امر الدین برایہ قرنہ اللہ بابلیس دین میں پہلا قیاس کرنے والا ابلیس ہے پس جو قیاس کریگا خدا اسے قرین ابلیس کرے گا اللھم احفظنا۔

سوال (۳) ختنہ کرنے کی کیا علت ہے۔ عیسائی - آریہ اور سکھ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ خدا نے کوئی چیز عبث پیدا نہیں کی۔ پس ختنہ کرنا خلق خدا میں تنقیص کرنا ہے قرآن میں لکھا ہے الذی خلقک فسواک فعدلک (جس نے تجھے پیدا کیا پھر تیرا تسویہ کیا پھر تعدیل کی)

جواب - ختنہ کی علت تفسیر لوامع التنزیل جلد ۱۴ النحل آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ کے ذیل میں لکھی گئی ہے جس کا ترجمہ یہاں نقل کرتا ہوں۔

ختنہ میں یہ حکمت ہے کہ اس عضو تناسل شدید الحس سے یہی وجہ ہے کہ جماع کے وقت عظیم اللذاذ ہے پس اگر یہ جلد عضو پر رکھی جائے تو یہ عضو کمال قوت اور

شدت احساس میں ہوگا پس التذاذ بھی اس میں بڑا ہوگا لیکن اگر یہ جلد قطع کی جائے تو عضو بے غلاف ہونے کے سبب ضعیف الحس ہو جاتا ہے اور اس صورت میں جماع کے وقت التذاذ بھی کم ہو جاتا ہے پس ختنہ کرنے کی حکمت جماع کی رغبت کو کم کرنا ہے اور قوت شہوانیہ کو حد اعتدال میں رکھنا۔ اخصا اور قطع آلات بنا بر مذہب مانو یہ بالیقین مذموم ہے کیونکہ یہ افراط ہے اور جلد اور غلاف حشفہ کا باقی رکھنا قوت شہوانیہ کو زیادہ کرتا ہے اور چونکہ عدل ہر حالت میں ممدوح ہے اور اسی پر بنائے اسلام ہے۔ اس لئے اسلام نے اس میں بھی عدل کو مدنظر رکھا اور ختنہ کا حکم دیا۔

اس کے علاوہ دیگر وجوہ یہ ہیں۔ ختنہ کے بغیر غلاف حشفہ کے نیچے میل کچیل جمع رہتی ہے جو خراش پیدا کرتی ہے اور پھر اس سے آبلے اور زخم پڑ جاتے ہیں پیشاب کی بوند حشفہ کی سطح پر لگی رہکر خراش کرتی ہے اور امراض گوناگون کا موجب ہوتی ہے۔ اس خراش کیوجہ سے بچے عضو تناسل کو ہاتھ میں ملتے رہتے ہیں اور رفتہ رفتہ جلق کے عادی ہو جاتے ہیں اور نیز خراش سے حشفہ کی جلد متورم ہو جاتی ہے اور اس کا دہانہ تنگ ہو جاتا ہے۔ اس مرض کا نام فائی موس ہے اس میں اکثر پیشاب جلد کے نیچے آکر بند ہو جاتا ہے یا قطرہ قطرہ ہو کر تکلیف اور جلن کے ساتھ خارج ہوتا ہے اور یہ حالت حبس بول سخت مضر ہے اسی سے کنکریاں مثانہ کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں جب یہ حالت ہو تو اقوام غیر اسلام کو بھی ختنہ کرانا پڑتا ہے۔ نہیں تو زندگی وبال ہو جاتی ہے اور جماع محال ہو جاتا ہے اور امید نسل منقطع۔ ہمیشہ کی خراش اور سوزش کیوجہ سے اکثر رسولیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بعض اوقات حشفہ پر سرطان نمودار ہو کر عضو تناسل کو کھانا شروع کر دیتا ہے۔ ایسی حالت میں عضو کو جڑ سے کاٹنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر قطع

نہ کیا جائے تو مرض مہلک ولا علاج ہو جاتا ہے چونکہ ختنہ کے نہ ہونے سے عضو ہمیشہ غلیظ رہتا ہے اور یہ غلاظت امراض کثیرہ کا موجب ہوتی ہے اسلئے ہادی برحق نے ختنہ کا عام رواج قایم فرما دیا ہے کیونکہ حکمت کا یہی منشا ہے کہ مرض سے پہلے اس کی پیش بندی کی جائے۔ مریض آتشک کو اکثر دفعہ ڈاکٹر ختنہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ایسے فوائد کے ہوتے آریہ اور سکھ صاحبان اس سے احتراز کرتے ہیں +

سوال (۴) کیا فرماتے ہیں علماء دین حدیث لا مہدی الا عیسےٰ (نہیں ہے کوئی مہدی مگر عیسیٰ) کے بارے میں۔ اس سے مہدی اور عیسیٰ کا ایک ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس کی ہی بنا پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ وہی مہدی اور عیسیٰ ہے بینوا و توجروا۔

جواب۔ واضح ہو کہ یہ حدیث بعض کتب اہل سنت میں ہے اس لئے شیعوں کے مقابلے میں قادیانی اس سے احتجاج کرنے کا حق نہیں رکھتے علاوہ بریں خود محدثین اور حفاظ حدیث اہل سنت نے اس کو ضعیف لکھا ہے۔ چنانچہ براہین قاطعہ فارسی ترجمہ صواعق محرقہ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور صفحہ ۲۹۲ میں اس حدیث کے بارے میں یوں لکھا ہے:۔ باز بدانکہ تاویل حدیث لا مہدی الا عیسےٰ نمے کنم مگر بر تقدیر ثبوت آں حدیث والا حاکم چنیں گفتہ کہ ایں حدیث مجہول است و در اسناد خود مختلف عنہ و بنا بر تعجب ایں حدیث آوردم نہ از برائے حجت و بیہقی گفتہ کہ محمد بن خالد باین حدیث منفرد است و نسائی تصریح کردہ بانکہ ایں منکر است و غیر ایشاں از حفاظ حدیث جزم کردند بانکہ احادیث منصوص علیہ بدانکہ مہدی دلد فاطمہ است اصح اسناد اند ازیں حدیث الخ خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے بارے میں حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مجہول ہے اپنے اسناد میں مختلف

اور بنابر تعجب اس حدیث کو لایا ہوں نہ از برائے حجت بیہقی نے فرمایا ہے محمد بن خالد اس حدیث میں منفرد ہے۔ نسائی نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور دیگر حفاظ حدیث نے جزم کیا ہے کہ جو احادیث اس بات پر نص کرتی ہیں کہ مہدی ولد فاطمہ ہے وہ اس سے اسناد میں زیادہ صحیح ہیں۔ میں کہتا ہوں اس حدیث کے غلط ہونے کی اور وجوہ بھی ہیں جو مختصراً ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

(۱) اس کا راوی انس بن مالک ہے جو مبغض اہل بیت ہے اور بروقت استشہاد جناب امیرؑ حدیث غدیر کو نہ بتلانے کی وجہ سے جناب امیرؑ کی بددعا سے برص میں مبتلا ہوا اور نیز واقعہ کربلا کے وقت موجود تھا لیکن نصرت امامؑ کے لئے حاضر نہیں ہوا۔ بلکہ جس وقت سر امامؑ دربار ابن زیاد میں پہنچا ہے اس وقت یہ اس دربار میں موجود تھا اور ابن زیاد کے دندان مبارک معصوم پر چوب خیزران لگانے پر صرف اتنا کہا کہ میں نے رسول اللہ کو ان ہونٹوں کو چومتے دیکھا ہے وبس کما فی المشکوٰۃ تو ایسے کی روایت پر ہمیں کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

(۲) یہ حدیث دیگر احادیث صحیحہ مرویہ اہل سنت کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ احادیث اہل سنت میں وارد ہے کہ حضرت مسیح کے بعد اشرار ناس ہونگے اور پھر قیامت قایم ہوگی جب کہ ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن باب قرب الساعۃ فصل ۳ باب لا تقوم الساعۃ فصل ۱ میں ہے عن انس ان رسول اللہ قال لا تقوم الساعۃ حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ وفی روایۃ لا تقوم الساعۃ علی احد یقول اللہ اللہ۔ رواہ مسلم یعنی انس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ قیامت تب قایم ہوگی جبکہ زمین میں اللہ اللہ نہ کہا جائیگا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ اللہ کہنے والے پر قیامت قایم نہ ہوگی حدیث لا مہدی الا عیسیٰ کا راوی بھی انس ہے اور اس کا بھی یہی۔ حدیث لا مہدی کا مطلب اگر ادعام

مرزا صاحب نے حصہ دوئم میں یہ لکھا ہے کہ بجز عیسیٰؑ کے اس وقت کوئی مہدی نہ ہوگا اس وقت کا اشارہ غالباً قیام ساعت کی طرف ہے کیونکہ لاتقوم الساعۃ الا علی شرار الناس کے بعد بلا فاصلہ لامہدی ہے پس مطلب یہ ہوا کہ قیام ساعت کے وقت تمام اشرار اور ضال ہونگے مگر عیسیٰ۔ حالانکہ انس اور مسلم والی حدیث نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس وقت اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوگا تو عیسےٰ کے ہوتے ہوئے قیامت کیسے قایم ہو سکتی ہے پس معلوم ہوا کہ حدیث لامہدی الا عیسیٰ غلط اور وضعی ہے۔

(۳) مشکوٰۃ میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آخری زمانہ میں خروج دجال ہوگا پھر نزول عیسے۔ حضرت عیسے دجال کو قتل کر کے سات سال زندہ رہے گا۔ پھر لکھا ہے ثم یرسل اللہ ریحا باردۃ من قبل الشام فلا یبقی علی وجہ الارض احد فی قلبہ مثقال ذرۃ من خیر او ایمان + + قال فیبقی شرار الناس + + ثم ینفخ فی الصور الخ پھر اللہ تعالےٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجیگا پس روئے زمین پر کوئی زندہ نہ رہے گا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا۔ پس شرار ناس باقی رہ جاویں گے پھر نفخ صور ہوگا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شرار کے وقت میں حضرت عیسےٰؑ نہ ہوں گے پس حدیث لامہدی غلط ہوئی +

(۴) حدیث کے الفاظ مبہم اور دیگر انبیاء رمہدیین کی کسر شان کرنے والے ہیں کیونکہ لامہدی الا عیسےٰ کا مطلب یہ ہے کہ سوائے عیسےٰ کے کوئی ہدایت یافتہ نہیں ہے لا نفی جنس کے لئے آتا ہے جیسے کہ لا الٰہ میں تمام الٰہ کا ابطال اور صفت الوہیت کا اثبات صرف ذات اللہ کے لئے ہے ویسے ہی لامہدی میں تمام انبیاء کی مہدویت کا ابطال اور صرف ذات عیسےٰ کے لئے اسکا اثبات ہے حالانکہ یہ بالبداہت باطل ہے کیونکہ تمام انبیاء رہدایت یافتہ ہیں چنانچہ ان کی شان میں ارشاد ہے اولئک الذین ھدیھم اللہ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے۔ پس یہ

حدیث قابل تمسک نہیں +

(۵) اگرچہ تمام انبیاء مہدی ہیں لیکن یہ لقب خاص ہو گیا ہے۔ آخری زمانہ کے
مصلح کے لئے اور آنجناب کا اسم غالب ہو گیا ہے۔ چنانچہ مجمع البحار (ملا طاہر گجراتی)
جلد۳ صفحہ ۴۷۹ لغت ہدی میں لکھا ہے ومنہ سنۃ الخلفاء الراشدین
المہدیین۔ المہدی من ہداہ اللہ الی الحق وقد استعمل فی
الاسماء حتی صار کالاسماء الغالب ویرید بہ الشیخین وان کان
عاما فی کل من سار بسیرتھم وبہ سمی المہدی الذی بشر صلعم
بمجیئہ فی آخر الزمان۔ ز یرید بہ المہدی الذی یجتمع مع عیسیٰ۔
یعنے مہدی وہ ہے جس کو اللہ نے حق کی طرف ہدایت کی اور یہ اسماء میں استعمال ہوا ہے
یہاں تک کہ اسماء غالبہ کی طرح ہو گیا ہے اور ارادہ کیا جاتا ہے اس سے شیخین کا اگرچہ
عام ہے ہر ایک میں جو انکی سیرت پر چلے اور اسی سے مسمی کیا گیا ہے۔ مہدی جس کے
آخری زمانے میں آنے کی نبی کریم نے بشارت دی ہے اور اس سے وہ مہدی مراد ہے
جو عیسیٰ کے ساتھ جمع ہو گا۔ ظاہر ہے کہ القاب بھی علم ہوتے ہیں اور معنی خاص
پر دلالت کرتے ہیں اور یہی معرفہ کی تعریف ہے اور ادھر یہ قاعدہ ہے کہ لا نکرہ
پر آتا ہے نہ معرفہ پر۔ پس صرف و نحو کے لحاظ سے بھی لا مہدی الا عیسیٰ غلط ثابت
ہوئی +

(۶) آخری مصلح کا مہدی لقب بھی قابل غور ہے۔ کیونکہ اگر مہدی کے
لغوی معنے لئے جائیں تو تمام مومنین مہدی ہیں لیکن فرستادگان باری تعالیٰ تام
واکمل درجے کے مہدی ہوتے ہیں قبل و بعد بعثت کبھی بھی بے ہدایت نہیں ہوتے
اور یہی صفت انکو عامہ مومنین سے ممتاز کرتی ہے۔ لیکن مرزا صاحب کا حال اسکے
برعکس ہے وہ مسئلہ جس کے لئے ان کی بعثت ہوئی یعنی اثبات وفات مسیح

خود بعثت سے پہلے ان کا عقیدہ اس کے برخلاف تھا اور اب جس کو وہ عقیدہ کفر یہ کہتے ہیں خود اس پر مدت تک رہے تو پھر وہ مہدی عیسٰے کیسے۔
اماحدیث مذکور میں عیسٰے ہے جو علم ہے نہ صفت اور مسمی خاص پر دلالت کرتا ہے جو ابن مریم اور مبعوث الی بنی اسرائیل تھا لیکن مرزا صاحب غلام احمد ہیں نہ عیسٰے پس اس حدیث کی رو سے بھی ان کا دعوٰی باطل ہے۔

(۸) ابن ماجہ میں دیگر احادیث ہیں جن سے مہدی اور عیسے کا دو ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پس لامہدی کو پیش کرنا ترجیح بلامرجح ہے۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی نے عیسے و مہدی کے بارے میں ایک حدیث لکھی ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے قالت شریک بنت ابی العکر یا رسول اللہ فاین العرب یومئذ قال ھم قلیل وجلھم ببیت المقدس وامامھم تقدم یصلی بھم الصبح اذ انزل عیسٰے بن مریم فرجع ذالک الامام ینکص یمشی علی القھقری لیتقدم عیسٰے یصلی بالناس فیضع عیسے یدہ بین کتفیہ ثم یقول تقدم یعنے عرب بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کا امام جماعت نماز صبح میں مقدم ہوگا جبکہ عیسٰے نازل ہوگا۔ پس امام رجعت قہقری کریگا تا کہ عیسے اس کی جگہ امامت جماعت کرے لیکن عیسٰے اپنے دو ہاتھ ان کے شانوں کے درمیان رکھیگا پھر کہیگا کر تو ہی امامت کر اس سے ثابت ہوا کہ امام عرب (مہدی) اور عیسے علیہما السلام دو ہیں نہ ایک۔

سوال نمبر ۵ ۔ چکڑالوی مرزائی۔ وہابی و دیگر فرق اہل سنت کہتے ہیں کہ جس آیت سے شیعہ حلت متعہ ثابت کرتے ہیں اس میں استمتاع سے متعہ کرنا مراد نہیں بلکہ اس کے لغوی معنے انتفاع و التذاذ کے ہیں

پس معنے صحیح آیت کے یہ ہیں کہ جن عورتوں سے تم لذت پاؤ ان کا مقرر کردہ اجر دیدو مطلب یہ ہوا کہ دخول کے بعد پورا مہر دیا کرو۔ چونکہ آپ حامی شرع ہیں اس لئے اس شبہ کو دور فرمائیے واجرکم علی اللہ۔

جواب ۔ بعون اللہ الوہاب حقیقت امر یہ ہے کہ قرآن تابع لغت نہیں۔ لغت تو مدتوں بعد بنی ہے۔ اگر ہر لفظ قرآن کے لغوی معنے ہی ہیں تو طہارت کے معنے پاکیزگی کے ہیں تو جہاں قرآن میں یہ لفظ ہو وہاں سنلائیٹ سوپ سے دھونا مراد لیا جائے۔ حالانکہ اصطلاع شریعت میں بمعنے وضو غسل وتیمم ہے۔ ایسے ہی صلوٰۃ کے دعا ورحمت ہے لیکن شریعت میں افعال معہودہ شرعیہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کے لغوی معنے پاکیزگی کے ہیں لیکن شریعت میں ایک مقدار معلوم کا مال سے راہ خدا پر نکالنے میں مستعمل ہے حج کے معنے قصد کے ہیں۔ لیکن شرع میں مناسکیہ پر بولا جاتا ہے۔ نکاح کے معنے وطی کے ہیں لیکن شریعت میں بمعنے عقد ہے جو عورت مرد کے درمیان مہر معین پر بتراضی طرفین بندھا جاتا ہے۔ تو جب ان اصطلاحوں کے لغوی معنے نہیں لئے جاتے تو متعہ کے لئے اس قاعدے سے کیوں انحراف کیا جاتا ہے اور اگر اس کے لغوی معنے لئے جائیں پس حلال وحرام۔ زنا ونکاح اور لواطہ کے درمیان فرق نہیں رہتا کیونکہ پھر اگر کوئی کسی عورت شوہردار یا بے شوہر مسلمہ یا کافرہ سے انتفاع والتذاذ حاصل کرے تو اس کے عوض اجر یعنے مہر دے حالانکہ اس کا بطلان متفق علیہ ہے۔ لیکن شاید اسی بنا فاسد ابوحنیفہ صاحب کا فتویٰ ہے۔ لو استاجر امرءۃ لیزنی بہا فزنی بہا لایحد فی قول ابوحنیفہ۔ فتاوی قاضیخان۔ کنز الدقایق۔ یعنے اگر کوئی کسی عورت کو زنا کے لئے اجرت پر لایا۔ پھر اس سے زنا کیا۔ ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد

نہیں ہے پس جب لغوی معنی لیے ایسے نتائج فاسدہ بالا کے لئے جاتے ہیں تو واجب ہوا کہ متعہ بمعنے
اصطلاحی ہو۔ پس وہ نکاح موجل ہے دوم یہ کہ اگر تمتع سے انتفاع اور جماع مراد
لیا جائے۔ پس جس نے عورت سے بعد عقد نکاح بالکل انتفاع نہ پایا اور نہ ہی
جماع کیا۔ تو اسکو بعد طلاق کچھ مہر واجب نہو۔ حالانکہ مجمع علیہ ہے کہ غیر مدخولہ
مستحق نصف مہر ہے۔ سوم لغوی معنے مراد لینے سے یہ لازم آتا ہے کہ جس کو عورت
سے لذت نہ آئے وہ بعد دخول بھی مہر نہ دے جو کہ بدیہی البطلان ہے۔ چہارم اگر
استمتاع سے نکاح دایم مراد لو تو اول یہ لغت سے ثابت کرنا ہوگا کہ اس کے معنی
نکاح ہیں اور اگر غیر نکاح ہی مراد لیں تو بموجب آیۃ "فاتوھن اجورھن
فریضہ" محض عقد کرنے ہی سے تمام مہر واجب ہوگا۔ اگرچہ دخول نہ کیا ہو۔ حالانکہ
نکاح دایم میں تمام مہر بعد دخول کے واجب ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ آیۃ مبارک
سے نہ نکاح دایم مراد ہے اور نہ جماع اب آیۃ مبارک کو بغور ملاحظہ فرماویں
پ ۵ سورہ نسا۔ اس سے پہلے خداوند عالم نے محرمات کو بیان کیا ہے تاکہ نکاح
محض لغوی معنوں ہی پر نہ رہے بلکہ صحیح قواعد اس کے بیان ہوں ان کے
بعد ارشاد ہے۔ واحل لکم ما وراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم
محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن
اجورھن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من
بعد الفریضۃ ان اللہ کان علیما حکیما ومن لم یستطع منکم
طولا ان ینکح المحصنات المومنات فمن ما ملکت ایمانکم
الی ان قال عز من قائل یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق
الانسان ضعیفا۔
ترجمہ۔ اور حلال کی گئیں تمہارے لئے سوائے ان محرمات کے یہ کہ خواستگاری

کرو تم اپنے مالوں سے درحالیکہ شوہران حلال ہونہ زنا کرنے والے پس جنسے
ان میں سے تم نے متعہ کیا پس دو ان کو ان کے اجر فرض شدہ اور نہیں ہے
تم پر کوئی گناہ جس میں کہ تم دونوں راضی ہو گئے بعد فرض شدہ کے تحقیق اللہ
دانا ہے حکیم ہے اور تم میں سے جس میں اتنی استطاعت نہیں کہ آزاد ایماندار
عورتوں کو نکاح میں لائے پس جس سے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں
یعنی ایماندار لونڈیوں سے ۰۰ اللہ ارادہ کرتا ہے کہ تم سے تخفیف کرے اس لیے
کہ انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔ ان آیات میں تمام اقسام کی تحلیل کو بیان
کیا ہے اور اخیر میں تخفیف کا اظہار کیا ہے۔ پس اگر ان آیات میں متعہ کا
بیان نہ کیا ہو تو بتلاؤ حالت سفر اور دیگر ایسی حالتوں کے لئے کیا تخفیف
کی ہے۔ ایک اور دلیل جس سے متعہ ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ استمتاع میں
اجر کو فریضہ کہا ہے اور فریضہ بمعنی مفروض و فرض کیا گیا ہے اور مفروض
سابق ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ استمتاع وہ ہے جس میں اجر عقد کے
وقت ہی اجر و اجل کا فرض کرنا واجب ہے۔ لیکن نکاح دائم میں اگر مہر
خارجاً بھی مقرر ہو تو نکاح صحیح رہتا ہے۔ چنانچہ اسی لئے نکاح کنیز میں
لفظ فریضہ نہیں فرمایا وآتوھن اجورھن بالمعروف اور نہ دیگر عورتوں
کے نکاح میں وآتوا النساء صدقاتھن نحلۃ یعنی اجر دو عورتوں کو
مہر خوشی سے) پس فیما تراضیتم کا یہ مطلب ہوا کہ اگر اجر و اجل مفروض کو فریقین
بہ رضامندی یک دیگر کم یا دیگر یا زیادہ یا ہبہ کر دیں تو کوئی قدح نہیں پس ثابت
ہوا کہ فما استمتعتم سے متعہ ہی مراد ہے وللہ الحمد علی ما ھدانا۔

سوال نمبر ۶۔ اہل سنت اعتراض کرتے ہیں کہ شیعوں کے ہاں فرج زن پر
بوسہ دینا جائز ہے حقیقی اور الزامی جواب بہت جلد تحریر فرماویں تاکہ اطمینان قلب ہو

جواب - فرج جسم کا حصہ ہے پس جیسے شوہر اپنی عورت کے اور اعضاء کا بوسہ لے سکتا ہے ویسے ہی اس کا بوسہ لینے میں کوئی باس نہیں اگر وہ جگہ طاہر ہو خداوند عالم فرماتا ہے النساء لباس لکم و انتم لباس لهن یعنی عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم عورتوں کے لئے لباس ہو۔ لیکن اہل سنت کی مثل تو وہ ہے کہ اپنا شہتیر بھی نظر نہیں آتا اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھ کر بھی شور مچاتے ہیں ان کے ہاں عجیب عجیب باتیں ہیں اور میں پسند نہیں کرتا کہ ان تمام کو یہاں لکھوں لیکن مشتے نمونہ از خروارے بطور الزام تحریر کی جاتی ہیں +

(۱) مجموعہ فتاوی مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی جلد اول صہ ۳۴ مطبوعہ مطبع یوسفی میں لکھا ہے:۔ استفتاء چہ مے فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ زید بروقت اختلاط زوجہ خود پستان در دہن انداختہ و شیر از گلوئے آں رفتہ و ایں امر را قصداً کردہ آیا زوجہ حرام شد یا نہ بینوا و توجروا۔

جواب - حرام نہ شد در خزانۃ الروایۃ مے آرد اذا مص الرجل ثدی امرأته وشرب لبنها لم تحرم علیه لما قلنا انه لا رضاع بعد الفصال انتہی - یعنے اگر کوئی اپنی منکوحہ عورت کے پستان عمداً منہ میں لے اور دودھ پیوے تو عورت اس پر حرام نہیں ہوتی ہے -

(۲) نہج الصدق میں ہے - اذا اشتری ذات محرم کامه وبنته واخته وعمته وخالته نسباً او رضاعاً فوطئها مع العلم بالتحریم قال ابو حنیفه لاحد علیه یعنے جب کہ خریدے محرمات نسبی و رضاعی کو مثل ماں بہن عمہ اور خالہ پس ان سے وطی کرے در حالیکہ اسے علم بھی ہو کہ یہ محرم ابدی ہیں بہ سبب نسب کے تو ابو حنیفہ کے نزدیک واطی پر حد نہیں۔ روزبہان نے اس کو اجتہاد ابو حنیفہ تسلیم کیا ہے۔

(۳) ہدایہ باب الوطی من لا یوجب الحد - ومن اتی امرأته فی الموضع المکروہ او عمل عمل قوم لوط لا حد علیہ عند ابی حنیفہ یعنے جو عورت کی دُبر میں یا قوم لوط کیطرح لڑکے کی دبر میں کرے ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں

(۴) فتاوی قاضی خاں میں ہے ومن الناس من قال لا یفسد صومہ فی الاستمناء بالکف وھل یباح لہ ان یفعل ذالک فی غیر رمضان ان اراد الشھوۃ لا تباح وان اراد تسکین الشھوۃ قالوا نرجوا ان لا یکون اثماً - یعنے فقہا کے نزدیک جلق سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور غیر رمضان میں اگر بارادہ شہوت کی جائے تو مباح نہیں - لیکن اگر تسکین شہوت کے ارادے سے ہو تو امید ہے کہ کوئی گناہ نہ ہوگا - یہی فتوی فتاوی برہنہ اور صیام درمختار میں بھی ہے لیکن آخر الذکر کتاب میں یہ بات زاید ہے ویجب یعنی الاستمناء بالکف لو خاف الزنا یعنے اگر خوف زنا ہو تو جلق واجب ہے

سوال نمبر ۷ - کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ وضو میں کہ آیا قرآن شریف سے بھی پاؤں کا مسح ثابت ہوتا ہے یا غسل - در صورت اول کیا کیا دلائل ہیں - اور اہل سنت کی دلیل کیا ہے اور اس کا کیا جواب ہے مولوی عبد اللہ چکڑالوی نے صلوۃ القرآن میں غسل رجلین کے ثبوت میں ایک نرالی دلیل ہی لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ارجل پر کسی طرح زیر نہیں آسکتی کیونکہ جرالجوار حالت عطف اور لبس مطلب میں جائز نہیں پس جب ل ارجل پر کسرہ کا آنا ناروا ہوا تو یہ مسح کے نیچے سے نکلیگا اور ارجل کا غسل ثابت ہوا اس کا کیا جواب ہے -

جواب - دراصل آپ کے تین سوال ہیں +

۱ - ثبوت مسح پا از قرآن +

ب۔ ادلۂ اہل سنت در غسل رجلین اور انکی تردید

ج۔ مولوی چکڑالوی کا جواب۔

ذیل میں ہر ایک سوال کا جواب بہت اختصار سے دیا جاتا ہے۔

ا۔ مسح پا ظواہر قرآن سے بلا تاویل ثابت ہوتا ہے لیکن اہل سنت خواہی نخواہی الٹ پلٹ کر کے قرآن کو قرائینت سے گرا کر غسل رجلین ثابت کرتے ہیں خداوند عالم فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین پ۶ مائدہ۔

ترجمہ۔ اے ایمان والو جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو اور سر اور پاؤں کا ٹخنوں تک مسح کرو۔ صاف بات ہے کوئی چیستان نہیں۔ معمہ نہیں واغسلوا ایک فعل ہے اس کے معمول (مفعول) وجوھکم وایدیکم اس کے بعد ہی بیان ہوئے ہیں۔ پس اگر ارجلکم بھی اسی کا معمول ہوتا تو یہ بھی اس کے بعد ہی آتا نہ کہ دو میل کے فاصلہ پر۔ پس جب ارجلکم کے پہلے ایک دوسرا عامل ہے تو یقیناً سمجھا جائیگا کہ یہ اسی کا معمول ہے نہ فاغسلوا کا۔ اسکی مثال یوں سمجھئے کہ کوئی کہے عمرو بکر کو مارو اور احمد و زید کو پیار کرو۔ تو اب اگر کوئی کہے کہ زید مفعول ہے مارو کا یعنے زید پر حکم ضرب ہے تو یقیناً اس کا یہ کہنا اسکی حماقت کا نمونہ ہے اور یا اگر متکلم کا یہی منشا ہے۔ لیکن اس نے اظہار مندرجہ بالا کلام میں کیا ہے تو سمجھا جائیگا کہ وہ متکلم اپنا فی الضمیر ظاہر کرنے سے قاصر ہے اور مخاطب کو مغالطہ میں ڈال رہا ہے جس شق کو اہل سنت چاہیں پسند فرمالیں درصورت آخر انہیں اسلام اور قرآن سے برائت چاہئی ہوگی۔

ارجلکم معطوف ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کا عطف برؤسکم پر ہے
(جو قریب ہے) یا ایدیکم الی المرافق پر جو کوسوں دور ہے ہر ایک عاقل کہیگا
کہ عطف قریب پر ہونا چاہئے اور یہی درست ہے اور صدہا مثالیں اس کے
ثبوت میں قرآن سے دی جا سکتی ہیں مثلاً اسی سورہ مائدہ میں ہے وتعاونوا
علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (اعانت کرو ایک
دوسرے کی نیکی اور تقوی پر اور نہ اعانت کرو گناہ اور دشمنی پر) اس آیت میں
عدوان کا عطف (قریب) اثم پر ہے نہ کہ تقوی پر۔ پس جب ارجلکم کا
عطف رؤسکم پر ہوا تو قاعدہ ہے کہ معطوف علیہ پر جو عمل ہو گا وہی معطوف پر
ہو گا۔ اب معطوف علیہ یعنی رؤسکم پر عمل ب جارہ کا ہے جس نے رؤس کے س
کو کسرہ دیا ہے ایسا ہی ارجلکم بھی ب کا عمل مجرور ہونا چاہئے۔ پس ارجل کے ل پر بھی
کسرہ آیا نہ زبر۔ برؤسکم جار مجرور مل کر متعلق وامسحوا ہیں پس رؤسکم و
ارجلکم اپنے جارہ سمیت ملکر متعلق وامسحوا ہوئے اور اس سے سر اور پاؤں
کا مسح ثابت ہوا۔ وہو المقصود +

سوال نمبر۲۔ شرح نہج البلاغۃ ابن میثم بحرانی مطبوعہ طہران جزءٔ ۵ ص ۳ پہلا سطر
میں ابن میثم نے کتاب علی علیہ السلام الی عثمان بن حنیف الانصاری عامل بصرہ کی
شرح میں مندرجہ ذیل روایت لکھی ہے۔ وروی انہ لما سمع کلامہما
احمد اللہ واثنی علیہ وصلی علی رسولہ ثم قال یا خیرۃ النساء
وابنۃ خیر الاباء واللہ ما عدوت رای رسول اللہ ولا
عملت الا بامرہ وان الرائد لا یکذب اہلہ قد قلت فابلغت و
اغلظت فاہجرت فغفر اللہ لنا ولک اما بعد فقد دفعت الات
رسول اللہ ودابتہ الی علی واما ما سواء ذالک فانی سمعت

رسول للہ یقول انا معشر الانبیاء لا نورث ذہبا ولا فضۃ ولا
ارضا ولا عقارا ولا دارا ولاکن نورث الایمان والحکمۃ والعلم والسنۃ
وقد عملت بما امرنی ونصحت فقالت ان رسول اللہ قد وہبہا لی
قال فمن یشہد بذالک فجاء علی بن ابی طالب وام ایمن فشہدا
بہا بذالک فجاء عمر بن الخطاب وعبد الرحمن بن عوف فشہدا
ان رسول اللہ یقسمہا فقال ابوبکر صدقت یا ابنۃ رسول اللہ
وصدق علی وصدقت ام ایمن وصدق عمر وصدق عبد الرحمن
وذالک ان لک ما لابیک کان رسول اللہ یاخذ من فدک
قوتکم ویقسم الباقی یحمل منہ فی سبیل للہ ولک علی اللہ ان اصنع
بہا کما کان یصنع فرضیت بذالک واخذت العہد علیہ بہ
وکان یاخذ غلتہا فیدفع الیہم منہا ما یکفیہم ثم فعلت
الخلفاء بعدہ کذالک الی ان ولی معاویہ واقطع ثلثہا بعد
الحسن ثم خلصت لہ فی خلافتہ وتداولہا اولادہ الی ان
انتہت الی عمر بن عبد العزیز فردہا فی خلافتہ علی اولاد فاطمہ

کیا یہ روایت شرح میثم میں ہے اور ابن میثم شیعہ تھا یا سنی۔ اور آیا یہ روایت
عند الشیعہ مسلم ہے یا نہیں۔ بصورت عدم تسلیم دلیل کیا ہے اگر کوئی اور روایت
شرح مذکور میں اس کے مخالف یا موید ہو وہ بھی ارقام فرمائیں اور جواب باصواب
دیں۔ حاجی محمد از شہر ملتان۔

الجواب۔ یہ روایت شرح مذکور میں ہے اور ابن میثم علیہ الرحمۃ کبار علماء
شیعہ سے گزرے ہیں لیکن روایت منقولہ عند الشیعہ مسلم نہیں کیونکہ یہ مرویہ
اہل سنت ہے کتب احادیث شیعہ میں اس کا وجود نہیں پایا جاتا اور اسکی

وضعیت کی دلیل خود اس کے الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے
کہ زہرا سلام اللہ علیہا نے دعویٰ ہبہ فدک کیا تھا اور حضرت علیؑ اور ام ایمن نے
بھی شہادت دی کہ رسول اللہؐ نے فدک ہبہ کیا تھا جس سے ثابت ہو گیا کہ ہاں ضرور
رسول اللہؐ نے ہبہ کیا ہو گا۔ کیونکہ خود مدعیہ معصومہ ہے۔ اس کا ایک شاہد بھی معصوم
اور دوسرا شاہد ام ایمن جس کو رسول اللہؐ نے جنت کی بشارت دی اس لئے خلیفہ کے
لئے ضروری تھا کہ وہ فوراً فدک کو واگزار کرتا۔ لیکن نہیں اس نے عمر و عبدالرحمن سے
بھی شہادت لی جس سے معلوم ہوا کہ وہ ان ہر سہ کو اس دعویٰ میں کاذب خیال
کرتا تھا۔ ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہؐ آمدنی فدک کو تقسیم کیا کرتے تھے اس سے
معلوم نہیں ہوتا کہ ہبہ سے پہلے تقسیم کرتے تھے یا بعد اگر پہلے کرتے تھے تو ہبہ میں کچھ
خلل نہیں اور اگر بعد ہبہ کرتے تھے تو آیا مالکانہ طور پر کرتے تھے یا کس طرح اگر مالکانہ
طور سے کرتے تھے تو یہ محال ہے کیونکہ ہبہ کر دینے سے واہب کی ملکیت سے نکل جاتا ہے
اور اگر غیر مالکانہ حیثیت سے تو بھی ہبہ میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا تو پھر ابوبکرؓ نے
کیوں فدک کو واگزار نہیں کیا۔ باوجود اس کے پھر حضرت زہراؑ فیصلہ بکریہ پر کس طرح
راضی ہو گئیں۔ اس سے حضرت کی طبیعت کا (نعوذ باللہ) چھچھورا پن ظاہر ہوتا ہے جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ راوی اس کا شیعہ نہیں بلکہ مبغض اہل بیت ہے۔

اس روایت کو سید مرتضیٰ علم الہدیٰ علیہ الرحمۃ نے بھی بطریق اہل سنت لکھا ہے
کما نقل قولہ ابن ابی الحدید فی جزء ۱۶ شرح نہج البلاغۃ قبل ایراد
المنقول فقال فقد روی اکثر رواۃ الذین لا یتہمون تشیع ولا عصبیۃ
فیہ من کلامہا فی تلک الحال وبعد انصرافہا عن مقام
المنازعۃ والمطالبۃ ما یدل علی ما ذکرناہ من سخطہا وغضبہا
اس روایت کو خود ابن الحدید نے بھی جلد ۲ جزء ۱۶ کتاب علی الی عثمان

بن حنیف الانصاری عامل بصرہ۔ فصل اول میں ابوبکر جوہری کی کتاب السقیفہ والفدک سے لکھا ہے اور اس فصل کے ابتدا میں لکھا ہے فصل اول فیما ورد من الاخبار والسیر المنقول من افواہ اهل الحدیث وکتبهم لا من کتب الشیعہ۔

خود ابن میثم نے شرح خط مذکور میں فدک کے متعلق اصل قول جناب امیر کے بعد لکھا ہے۔ ثم المشهور بین الشیعہ والمتفق علیه عندهم اور اس کے بعد دعوی فاطمہ۔ شہادت ام ایمن و علی۔ جواب ابوبکر۔ خطبہ و وعظ و پند زہرا اور اس کے اثنا میں فرمانا۔ الله ان ترث یا بن قحافہ اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا۔ پھر قبر رسول کی طرف منہ کر کے کچھ اشعار پڑھے جنکا آخری مصرعہ یہ ہے۔ اذ غبت عنا فنحن القوم نغتصب پھر انصار کو خطاب فرمایا اور اثنائے تقریر میں کہا کہ ان لوگوں کو خدا نے رسول کے مرنے سے پہلے ہی انکے سوء حال سے مطلع کیا تھا کما قال ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم اور آخر میں فرمایا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون پھر ابن میثم نے لکھا ہے ثم رجعت الی بیتها واقسمت ان لا تکلم ابا بکر ولیدعون علیه ولم تزل کذلک حتی حضرتها الوفاۃ فاوصت ان لا یصلی علیها فصلی علیها العباس ودفنت لیلا۔ یہ ہے روایت متفقہ شیعہ جس سے حضرت فاطمہ کا غضب حضرت ابوبکر پر ظاہر ہوتا ہے اس کے بعد روایت محولہ کو روی کہکر لکھا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ روایت اہل سنت ہے۔

ابن ابی الحدید لکھتا ہے۔ ولست اعتقد انها انصرفت راضیہ کما قال قاضی القضاۃ بل اعلم انها انصرفت ساخطہ وماتت وهو

علی ابی بکر واجدہ ولاکن لا عن ھذا الخبر بل اخبار اخر کان لا وقفا بالمنتفض ان یحتج بھا علی مایرویہ۔ فی انصرفہا ساخط وموتہا علی ذالک السخط واما ھذا الخبر فلا یدل علی ھذا المطلوب۔ یہ قول روایت مذکورہ کے بعد ابن ابی الحدید نے لکھا ہے پس اگر یہ روایت شیعوں کی ہوتی تو ابن ابی الحدید ضرور لکھتا کہ یہ روایت شیعہ کی ہے۔

اب اصل خطبے کے فقرات کو لیجئے امام نے فرمایا فواللہ ما کنزت من دنیا کم تبرا ولا ادخرت من غنائمہا وفرا ولا اعددت لبالی ثوبی طمرا بلی کانت فی ایدینا فدک من کل ما اظلتہ السماء فشحت علیہا نفوس قوم وسخت عنہا نفوس قوم اخرین ونعم الحکم اللہ وما اصنع بفدک وغیر فدک والنفس مظانہا فی غیر جدث

نہج البلاغۃ جزء ثانی ص۳۳ مطبوعہ بیروت۔

ترجمہ۔ واللہ میں نے تمہاری دنیا میں سے کسی غیر مسکوکہ چیز کو جمع نہیں کیا۔ اس دنیا کی غنیمتوں میں سے مال کثیر کو ذخیرہ نہیں کیا میں نے اپنے دوپرانے کپڑوں کے لیے کوئی نیا جامہ مہیا نہیں کر رکھا البتہ ان اشیاء واموال سے جن پر آسمان نے سایہ کیا ہے صرف فدک ہمارے تصرف میں تھا مگر ایک قوم کے نفوس نے اسے واگزار کرنے میں بخل اختیار کیا اور دوسرے گروہ کے نفوس (صاحبان حق) اس پر بخشش اور سخاوت سے کام لے کر بیٹھ رہے۔ خیر اس بات کا اللہ اچھا فیصلہ کرنے والا ہے اور میں فدک یا غیر فدک کو لے کر کیا کرونگا حالانکہ نفس کی جگہ بروز فردا قبر میں ہے انتہی۔ ابن میثم نے اس کے بعد لکھا ہے وذکرھا فی معرض حکایۃ حالہ وحال القوم معہ علی سبیل التشکی والتظلم فمن اخذھا عنہم الی اللہ۔

سوال نمبر ۹ سجدہ گاہ خشتی یا خاک کربلا پر سجدہ کرنے میں مخالفین اعتراض کرتے ہیں اور ہم کو عامل بدعت اور مشرک کہتے ہیں اس لئے آپ لد کتب اہل سنت سے اس کا جواب دیں۔

الجواب۔ واضح ہو کہ شرک اس وقت ہو جبکہ سجدہ گاہ کو سجدہ کیا جائے حالانکہ شیعہ سجدہ گاہ پر پیشانی رکھ کر سبحان ربی الاعلی وبحمدہ کہتے ہیں اس لئے اعتراض کا یہ حصہ لغو ٹھیرا۔ اب ہم ذیل میں کتب اہل سنت سے ثابت کئے دیتے ہیں کہ حضرت سرور کائنات علیہ آلاف التحیات سجدہ گاہ پر سجدہ کیا کرتے تھے اور اس لئے شیعوں کا یہ فعل بدعت نہیں بلکہ سنت ہے اور شیعہ عامل بدعت نہیں بلکہ حضرات معترضین تارک سنت ہیں۔

بخاری جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی الخمرۃ عن میمونہ قالت کان رسول اللہ یصلی علی الخمرۃ۔

(۲) ایضاً کتاب الحیض صہ ۳۳ حدیث آخری عن عبد اللہ بن شداد قال سمعت خالتی میمونہ زوج النبی انہا تکون حائضاً لا یصلی وھی مفترشۃ بحذاء مسجد رسول اللہ وھو یصلی علی الخمرۃ اذا سجد اصابنی بعض ثوبہ

(۳) ایضاً کتاب الصلوٰۃ باب اذا اصاب ثوب المصلی امراۃ اذا سجد عن میمونہ قالت کان رسول اللہ یصلی وانا خذوہ وانا حائض وربما اصابنی ثوبہ اذا سجد قالت وکان رسول اللہ یصلی علی الخمرۃ خلاصہ مطلوب ان تین حدیثوں کا یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ خمرہ پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

(۴) ترمذی باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الخمرۃ صہ ۴۲ عن ابن

عباس قال کان رسول اللّٰہ یصلی علی الخمرۃ۔ قال ابو عیسٰے حدیث ابن عباس حدیث حسن صحیح وبہ یقول بعض اہل العلم وقال احمد واسحاق قد ثبت عن النبی الصلوٰۃ علی الخمرۃ ترجمہ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت پیغمبرؐ خمرہ پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابو عیسٰے کہتا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہی بعض اہل علم کا بھی قول ہے اور احمد و اسحاق فرماتے ہیں کہ تحقیق ثابت ہو چکا ہے کہ حضور انورؐ خمرہ پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

(۵) ترمذی۔ باب ماجاء فی الحائض تتناول الشیٔ من المسجد عن عائشۃؓ قالت قال لی رسول اللّٰہ صلعم ناولینی الخمرۃ من المسجد قالت قلت انی حائض قال ان حیضتک لیست فی یدک وفی الباب عن ابن عمر وابی ہریرۃ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللّٰہؐ نے مجھے مسجد سے خمرہ لانے کو کہا۔ میں نے کہا کہ میں حائض ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں اور اسی باب میں ابن عمر اور ابوہریرہ سے بھی یہی روایت ہے۔

(۶) سنن ابی داؤد ایضاً (۷) مسلم میں بھی بعینہٖ یہی الفاظ ہیں

(۸) تسہیل القاری پارہ دوم کتاب الغسل کی آخری احادیث میں احمد حنبل اور نسائی نے ام المومنین میمونہ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ ہم میں سے ایک کے پاس آتے اور اپنا سر مبارک اسکی گود میں رکھتے اور قرآن پڑھتے اور وہ بی بی حائضہ ہوتی پھر ہم سے ایک بی بی آپ کے لیے خمرہ لاتی۔ یہاں تک اسکا سنت پیغمبرؐ ہونا ثابت ہوا اب عمل صحابہ و تابعین ملاحظہ کریں۔

(۹) موطا امام مالک باب جامع الغسل الجنابۃ میں نافع سے روایت ہے قال ان ابن عمر کان یغسل جواریۃ رجلیہ یعطیہ الخمرۃ وھن حیض

یعنے ابن عمر کی لونڈیاں ان کے پاؤں دھوتیں اور پھر انہیں خمرہ دیا کرتیں حالانکہ وہ خود حیض دار ہوتیں۔

(۱۰) قسطلانی نے بخاری کے باب الصلوٰۃ فی السطوح والمنبر والخشب کی شرح میں ابن مسعود اور ابن عمر کی یہ روایت لکھی ہے کہ یہ دونوں جب کشتی میں سوار ہوتے تو ایک ایک اینٹ سجدہ گاہ کے لئے اپنے ساتھ رکھتے۔

(۱۱) اور اسی شرح میں مرقوم ہے کہ عمر ابن عبد العزیز مروانی کے لئے سجدہ گاہ لائی جاتی تھی۔

خمرہ کے معنی مندرجہ ذیل کتب لغت کو دیکھنے سے مدعا ثابت ہوتا ہے۔

(۱) تیسیر الوصول فی جامع الاصول خمرہ ہتھیلی کے برابر سجدہ گاہ ہے

(۲) جوہری۔ خمرہ کھجور کی چھال کے چھوٹے سجادے کو کہتے ہیں جو سجدہ کے موافق ہوتا ہے اور اگر اس قدر بڑا ہو کہ نمازی کا سارا جسم اس پر آ جائے یا اس پر لیٹ سکے تو اس کو حصیر کہتے ہیں اور ایسا ہی ابو عبیدہ نے کتاب الاموال میں لکھا ہے۔

(۳) مصباح المنیر صفحہ ۱۱۳ الخمرۃ وزن غرفۃ حصیر صغیرۃ قدر ما یسجد علیہ۔

(۴) امام خطابی فرماتے ہیں کہ خمرہ منہ کے برابر کی سجدہ گاہ ہوتی ہے۔ کما فی شرح البخاری۔

(۵) مشارق الانوار۔ خمرہ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ سر منہ اور ناک آتی ہے

(۶) مجمع بحار الانوار مصنفہ شیخ محمد طاہر گجراتی مطبوعہ مطبع نولکشور باب الخا مع المیم صفحہ ۳۷ سطر ۱۶ وفیہ ناولینی الخمرۃ من المسجد

ھی مقدار ما یضع علیہ وجھہ فی سجودہ الی ان قال منہاج
یعنی فی شرح جامع الاصول وھی اللتی یسجد علیھا الان الشیعہ

خلاصہ یہ ہے کہ خمرہ اتنا ہوتا ہے کہ جس پر سجدہ میں منہ رکھا جائے اور شارح
جامع الاصول فرماتے ہیں کہ خمرہ یہی ہے جس پر اسوقت شیعہ سجدہ کرتے ہیں

سوال ۔ آریہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمان مشرک ہو کر پھر نماز میں کعبہ
پرستی کرتے ہیں کیونکہ کعبہ کیطرف منہ کرکے عبادت کرنا ہمارا بُت پرستی ہے مہربانی فرماکر
اس کا حقیقی اور الزامی جواب بہت جلد دیں +

جواب ۔ مسلمان کعبہ پرست نہیں خدا پرست ہیں۔ اگر کسی جہت کی طرف رُخ کرکے
عبادت کرنا شرک اور بت پرستی ہے تو آریہ بھی اس سے نہیں بچ سکتے کیونکہ وہ بھی
سندھیا (نماز) میں کسی جہت کو رخ کرتے ہیں اور ہون میں آگ کی طرف منہ
کرکے وید منتروں کا پاٹ کرتے ہیں علاوہ بریں منو ۲۔ اشلوک ۵، میں ہے پورب
منہ کش کے آسن پر بیٹھکر پوتر منتر سے پوتر ہو کر تین بار پرنام کرکے تب اونکار کہنے کے
لایق ہوتا ہے۔ اس میں آریوں کو پورب کی طرف عبادت کرنیکا حکم ہے تو وہ بقول خود
پورب پرست بت پرست ہوئے اب حقیقی جواب ملاحظہ کریں۔ استقبال کعبہ بت پرستی
نہیں کیونکہ ۔

(۱) اگر کعبہ کی پرستش منظور ہوتی تو نماز کی نیت میں ضرور اس کا ذکر ہوتا حالانکہ
نیت میں قربۃً الی اللہ ہے۔

(۲) اگر اسلام میں کعبہ کی عبادت ہوتی تو نماز مکہ معظمہ اور عین کعبہ کے سامنے ہی
جائز ہوتی جیسے بُت پرست بتوں کو سامنے رکھکر انکی عبادت کرتے ہیں لیکن ایسا نہیں

(۳) اگر مسلمان کعبہ کے عابد ہوتے تو انکی نماز امریکہ میں اور ہمالیہ کی بلند چوٹیوں پر
جائز ہی نہ ہوتی کیونکہ وہاں کعبہ ان کے عین مقابل نہیں لیکن وہاں بھی سمت کعبہ کیطرف

رخ کرکے نماز ہوسکتی ہے اور اگر کوئی شخص مکہ کے کسی پہاڑ پر یا کسی چاہ عمیق میں نماز پڑھے اسکی نماز بھی صحیح ہے اگرچہ وہ لائین جو اس کے دونوں قدموں کے درمیان سے میان پیشانی تک کھینچی جائے عین کعبہ کو نہ لگے بلکہ اس مقام کو لگے جو حکم خانہ کعبہ میں ہے۔

(۴) اگر خدانخواستہ کعبہ کی دیواریں منہدم ہوجائیں جیسے عبداللہ بن زبیر کے وقت میں ہوا تو بھی ہماری نماز ہوسکتی ہے حالانکہ اگر یہ معبود و مسجود ہوتیں تو ان کے گرنے سے نماز موقوف ہوجانی چاہیئے تھی۔

(۵) کعبہ کو بیت اللہ کہتے ہیں اور مسجد کو بھی بیت اللہ گویا بیت اللہ کے معنے مسجد ہیں اور مسجد جائے سجود خدا کو کہتے ہیں نہ مسجود کو اور ہمارے خدا کا حکم ہے کہ ہم مساجد میں اسی کو پکاریں اور اسکی عبادت کریں۔ وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا۔ یعنے مسجدیں اللہ کے لیئے ہیں پس اس کے سوا کسی غیر کو نہ پکارو اور دیکھیئے کہ کعبہ کی طرف رخ کرنا ہی مدار نجات نہیں چنانچہ ارشاد باری ہے لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب و لاکن البر من امن باللہ الخ۔ یعنے نیکی اسی میں نہیں کہ تم اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو لیکن نیکی اس سے ہے جو اللہ پر ایمان لائے

(۶) ظاہری رُخ کعبہ کی طرف کرکے مقصود خداوند عالم ہی ہوتا ہے اور رخ باطنی اسی کی طرف ہوتا ہے۔ چنانچہ ابتدائے نماز میں یہ دعا پڑھتے ہیں وجھت وجھی للذی فطر السمٰوت والارض یعنے میں نے اپنا منہ اور رخ باطنی اللہ کیطرف کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔

سوال مولوی عبداللہ چکڑالوی اہل قرآن کا الوہیت۔ نبوت اور ملائکہ میں کیا اعتقاد ہے۔

جواب - خدا کی نسبت اعتقاد - حجتہ الاسلام بجواب ترک الاسلام صفحہ ۲۷ میں مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی لکھتے ہیں - کہ ہم کتب لغت سے ثابت کر آئے ہیں کہ کرسی کے معنے علم الٰہی اور قدرت الٰہی وغیرہ کے ہیں تو اس سے خدا کا علم اور قدرت ہر جگہ ثابت ہوئی نہ کہ معاذ اللہ خدا کا وجود اور ذات ہر جگہ موجود ہے ورنہ بتلائیں کہ خدا کا وجود اور ذات تمام جہان کے پاخانوں اور پیشاب کی نالیوں ٹٹیوں اور ہر ایک عفونت اور بدبودار مکان میں موجود ہوتی ہے اور جس جگہ پر جا کر سارے شہر کے بازار کی گندگی خاکروب ڈالتے ہیں تو خدا پھر اس تمام گندگی کے نیچے دب جاتا ہوگا توبہ۔ معاذ اللہ حاشا یہ ہے آپ کی سمجھ معاذ اللہ ایسا ہرگز نہیں خدا کا وجود ہر جگہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت ہے - بلکہ جس طرح اس کی ذات مطابق لیس کمثلہ شیئ کے بے مثل اور بے نظیر ہے ویسے ہی اس کی جملہ صفات خصوصاً اس کا عظیم الشان مکان اور جلیل القدر مقام بھی ہر طرح سے بے مثل ہے - وہیں سے اس کا حکم و انتظام و تدبیر تمام مخلوقات میں جاری و فرمان نافذ ہوتا رہتا ہے - جیسا کہ بلا تشبیہ ہمارے بادشاہ وقت کا وجود صرف انگلستان ہی میں موجود ہے ہر جگہ نہیں مگر حکم اور فرمان ہندوستان پنجاب برہما وغیرہ ممالک میں بھی نافذ ہے - ایک اور مثال لیجئے کہ ہماری نظر ایک دور دراز جگہ تک پہنچ سکتی ہے تو اس سے یہ ثابت اور لازم نہیں آتا کہ ہمارا وجود بھی اس جگہ پر موجود ہو جیسا کہ ادنے سے ادنے آدمی کی نظر آسمان تک جا سکتی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا وجود بھی آسمانوں کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اسی طرح خدا کے علم اور قدرت اور سلطنت اور تدبیر وغیرہ نے زمین آسمان اور دیگر کل اشیاء کو گھیرا ہوا ہے - مگر خدا کا وجود پاک بے مثل

ہر جگہ موجود نہیں ہوتا۔ چنانچہ خود پ ۱۲ ع ۱۴ میں فرماتا ہے یدبر الامر من السماء الی الارض ۔ترجمہ۔ تمام روئے زمین کے انتظام اور تدبیر اپنی کمال صفات جامع کمالات بلند مکان ہی سے کرتا رہتا ہے۔

دوسری آیت اس مدعا پر کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہر جگہ موجود نہیں ہوتا یہ ہے کہ جو پارہ ۲۹ ع ۲ میں ہے ءامنتم من فی السماء الخ یعنے کیا تم اس خدا سے نہیں ڈرتے جو اوپر کامل صفات جامع کمالات بے مثل بلند مکان کے ہے الخ۔

یہ ہے اس فرقہ کا اعتقاد الوہیت میں۔ انہوں نے خدا کو جسمانی سمجھ رکھا ہے کہ اس کا گندگی کے نیچے دبنا تجویز کرتے ہیں۔ ارے بیاں! جیسے اسکی ذات لیس کمثلہ شیء ہے ویسے ہی اس ہر جگہ موجودگی بھی دوسری اشیا کی طرح نہیں۔ آسمان کے اوپر خدا کا وجود ماننے سے وہ محمول سماء ہو جاتا ہے اور یہ صنعت قدرت پر دال ہے اس کی ذات ہر جگہ موجود ہے لیکن مکان اس کو گھیر نہیں سکتا اور نہ یہ موجودگی مانند موجودگی ممکنات ہے۔ لیس کمثلہ شیء ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم الخ ھو الذی فی السماء الہ و فی الارض الہ۔

اعتقاد در بارہ انبیاء علیہم السلام اشاعۃ القرآن بجواب اشاعۃ السنۃ ص۲۳ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ الخ پ ۱۷ ع ۱۲ ترجمہ اور (اے رسولؐ) تجھ سے پہلے بھی ہم نے کوئی ایسا اپنا رسول یا نبی نہیں بھیجا۔ (جس کی یہ حالت نہ ہوئی ہو کہ جب کبھی اس نے کسی مسئلہ دینی میں اپنا آرزو (خیال و قیاس) کیا تو شیطانی خیال نے اس کے قیاس میں ضرور ہی دخل دیا ہیں اللہ شیطانی خیال کے دخل کو منسوخ کر دیتا رہا ہے اور پھر اپنی کتاب

کی آیات کو محکم فرماتا رہا مطابق آیات بالا دوسرے رسولوں کی طرح رسول اللہ
کی زبان مبارک سے بھی دین اسلام کے متعلق دو چیزیں ظاہر ہوتی تھیں
یا تو آیات کتاب اللہ اور یا سہواً کوئی آپ کا اپنا خیال و آرزو جس میں
القاء شیطانی موجود ہوتا تھا۔ پس آپ کی آرزو کو اللہ تعالیٰ منسوخ کر کے
اپنی کتاب کی آیتوں کو ثابت کرتا رہا ہے۔ رسول اللہ کے تمام زمانہ رسالت
میں دین اسلام میں جس قدر ایسے خیالات و آرزو سہواً آپکی زبان مبارک سے
ظاہر ہوئے ہیں۔ خاکسار کے علم کے مطابق انکی تعداد اٹھارہ سے زیادہ نہیں
کم ہو تو ہو الخ" یہ عقیدہ منافی عصمت انبیاء علیہم السلام اور خلاف تعلیم قرآن
ہے کیونکہ قرآن میں ارشاد ہے ان عبادی لیس لک علیھم سلطان
یعنی اے شیطان! میرے خاص بندوں (انبیاء و اولیاء) پر تجھے (عمداً یا سہواً) کوئی
قابو نہیں ہے۔ اور رسول پاک کے حق میں ارشاد ہے وما ینطق عن الھوی
ان ھو الا وحی یوحی یعنے نہیں بولتا رسول خواہش نفسانی سے بلکہ جو بولتا ہے
وہ وحی ہوتی ہے۔ جو اسکی طرف کی جاتی ہے۔ ہمیں تعجب آتا ہے مولوی چکڑالوی
صاحب کے حافظہ پر کہ انہوں نے خود بیان احادیث میں متمسکین احادیث پر مسلم کے
باب بجواز لعن الشیطان فی اثناء الصلوٰۃ کی اس حدیث ابوہریرہ پر اعتراض
کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ ایک سرکش جن پچھلی رات کو مجھے پکڑنے لگا میری نماز توڑنے
کے لئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے قابو میں کر دیا۔" وہ اعتراض برھان الفرقان
علی صلوٰۃ القرآن صہ ۲۱۲ میں یہ ہے۔ ان ہر سہ احادیث سے صاف ظاہر
ہوتا ہے کہ شیطان عمر سے بہت ڈرتا تھا۔ اگر رستے میں کہیں ان کی شکل پاتا تو مارے
ڈر کے وہ رستہ چھوڑ دیتا اور کسی اور طرف کو بھاگ جاتا۔ لیکن تعجب ہے کہ یہ بدذات
رسول اللہ سے بالکل نہیں ڈرتا تھا۔ بلکہ آپ کے ساتھ اس قدر دلیری گستاخی بیباکی

اور شرارت سے پیش آتا تھا کہ نماز میں آپ پر حملہ کر دیتا تھا اور آگ کے شعلے
سے آپ کا منہ جلانے کو دوڑتا تھا اور آپ کے مضطربانہ اور بار بار کی لعنت کے
باوجود بھی پیچھا نہیں چھوڑتا تھا۔

سبحانک ھذا بھتان مبین۔ ھذا افک مبین۔ یہ لیجیے شیطان
کے ایک حملہ سے تو یہ برافروختگی اور خود یہ فتوی دیتے ہیں کہ شیطان نے افضل الرسل
پر اٹھارہ حملے کیے اور اٹھاروں میں رسول اللہ القادر رحمانی و شیطانی میں تمیز
نہ کر سکے اور شیطان کامیاب ہوا۔ صرف اللہ میاں کی مہربانی ہوئی کہ اس نے
وساوس کو منسوخ کر دیا۔

حجۃ الاسلام جواب ترک اسلام دھرمپال صفحہ ۱۴۸ آیات مذکورہ بالا سے
محقق و متیقن طور پر ثابت ہے کہ اللہ تیرے کام کرنے سے اول ہی سے بری اور پاک ہے
چونکہ ابراہیمؑ سے بلا سبب بیٹے کا ذبح کرانا معصوم کا خون کرانا بڑا کام ہے
اس سبب سے اللہ نے یہ حکم نہیں کیا اور بالفرض یہ حکم دیتا تو پھر اس کو ہرگز نہ بدلتا
بلکہ کر ہی دکھاتا۔ اصلی اور حقیقی بات یہ ہے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنیکا ابراہیم کو
حکم کیا اور نہ ہی بدلا پھر صرف ابراہیم سلام علیہ کی اپنی خطا اور غلطی تھی جسکو
علیم بذات الصدور عالم الغیوب نے منسوخ کر دیا۔ مطالبہ عفا اللہ عنک الخ
پ ع ۳۔ قد سمع اللہ قول التی تجادلک الخ پ ۲۸ ع ۱۔ قال یا نوح
انہ لیس من اھلک پ ۱۲ ع ۴۔ قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ
فی ابراھیم الخ پ ۲۸ ع ۲۔ آیات مذکورہ بالا سے ظاہر اور باہر طور پر ثابت
ہوتا ہے کہ رسل اور انبیاء سے بھی خطا اور غلطی ہوا کرتی ہے۔ مگر رب العالمین جو
ہی بمقتضائے مصلحت و تربیت ان کی خطا اور غلطی کو رد کر دیتا ہے بلکہ اسکی
اصلاح بھی فرما دیتا ہے۔ چونکہ فرزند ذبح کرنے میں ابراہیم سلام علیہ سر بسر خطا

خطا اور غلطی پر تھے اسی سبب سے اللہ تبارک و تعالے نے ان کی غلطی کو منسوخ و موقوف فرما دیا ہے۔ جیسا کہ ابھی ترجمہ آیت ہذا میں ظاہر کیا جائیگا انشاءاللہ۔۔۔۔۔۔ اس لیئے ہم ان آیات کو لکھکر پھر ترجمہ بھی کر دیتے ہیں تاکہ اس کی حق پرستی ظاہر و باہر ہو جاوے جن آیات پر اس نے حملہ کیا وہ یہ ہیں

فبشرناہ بغلام حلیم فلما بلغ معہ السعی قال یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری قال یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی انشاءاللہ من الصابرین۔ فلما اسلما وتلہ للجبین وناديناه ان یا ابراھیم قد صدقت الرءیا انا کذالک نجزی المحسنین۔ ان ھذا لھو البلاء المبین وفدیناہ بذبح عظیم وترکنا علیہ فی الاخرین سلام علی ابراھیم پ ۲۳ ع ۷۔

ترجمہ پس خوشخبری دی ہم نے ابراہیم کو عظیم الشان لڑکے کی جو بہت ہی بردبار ہوگا پھر جب پہنچا اس کے ساتھ اسکی کوشش کو (جبکہ رسول ہو چکا) کہا ابراہیم نے اے بیٹے میرے تحقیق میں دیکھتا ہوں اپنی خواب کہ میں تجھکو ذبح کروں۔ پس سوچ تو کیا صلاح دیتا ہے۔ تو کہا اے میرے باپ کر جو کچھ کہ حکم کیا جاتا ہے اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا تو ضرور مجھ کو صبر کرنے والوں سے پائیگا۔ پھر جب دونوں نے حکم مانا اور لٹایا اس کو ماتھے کے بل رد کر دیا ہم نے اس کے باطل خواب کو اور آگاہ کیا ہم نے اس کو کہ اے ابراہیم (کیا) تحقیق سچ کر دکھایا تو نے اپنا باطل خواب (ایسا مت کر) تحقیق ہماری یہی شان ہے کہ اس طرح جزا دیویں ہم نیکیو کی۔ تحقیق یہی بھاری مصیبت بالکل ظاہر تھی (اور ابراہیمؑ کی روشن غلطی تھی) پس قربانی کرائی ہم نے اس سے ساتھ کامل عمر جانور بڑے جسم والے کے الخ

یہ ہے اہل قرآن کی قرآن دانی۔ مندرجہ بالا عبارت میں تمام انبیاءؑ کی غلطیاں

ثابت کی گئی ہیں۔ کیا یہ ایک مقر رسالت مسلمان کی شان ہو سکتی ہے کہ بہتان
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے اللہ کے پیارے رسول کو قتل عمداً کا مرتکب بتایا
کیا گیا ہے اور قتل عمد بھی کسی معمولی انسان کا نہیں بلکہ اسمٰعیلؑ کا جو خود
ان کے اس وقت رسول ہی تھے۔ گویا نہ صرف ابراہیمؑ ہی سے غلطی ہوئی بلکہ
اسمٰعیل سے بھی جنہوں نے اپنے والد کو یہ غلطی نہ سمجھائی۔ بالفاظ دیگر یوں
کہنا چاہئے کہ دونوں باپ بیٹے اللہ کے رسول وسوسہ شیطانی کو حکم باری
سمجھے حالانکہ خدا فرماتا ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ یعنے اللہ
رسالت کا موضع و موقع دیکھ کر یہ رتبہ عالیہ عنایت کرتا ہے نہ کہ ایرے غیرے
نتھو خیرے کو۔ ان جملوں پر غور کریں جن پر خط کھینچے گئے ہیں۔ پھر جب
دونوں نے حکم مانا اگر یہ حکم خدائی تھا تو ہوا لمقصود ان کا عامل حکم خدا اور
بے خطا ہونا ثابت ہوا اور اگر شیطان کا تھا تو یہ آیات ان عبادی لیس
لک علیہم سلطان اور لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم
المخلصین کے صریحاً مخالف ہے۔

رد کر دیا ہم نے اس کے باطل خواب کو یہ قرآن پر افترا و بہتان ہے
قرآن میں ایسا کوئی لفظ نہیں قد صدقت الرؤیا میں از طرف خود ہمزہ
استفہام مقدر نکال کر کیا تحقیق سچ کر دکھایا تو نے اپنا باطل خواب ترجمہ
کیا جو صریحی باطل ہے۔

افسوس تو ہمیں ان کی سمجھ پر آتا ہے کہ خدا اس فعل کے بعد انا کذالک
نجزی المحسنین فرما کر ابراہیم کے اس فعل کے حسن اور نیک ہونیکی طرف
اشارہ کر کے ابراہیم کو نیکوکاروں میں شمار کر کے جزا نیک کا وعدہ دیتا
ہے اور مولوی چکڑالوی صاحب خلاف منطوق قرآن ابراہیمؑ کو خطا کا

تبلاتے ہیں۔ هذا بهتان مبين

رسول اللہ سے بڑھکر علم والے اور چکڑالوی صاحب کی خلاف بیانی

برهان الفرقان علی صلوٰۃ القرآن صفحہ ۲۳۶ فٹ نوٹ نمبرا

رسول اللہ کو ارشاد ہوتا ہے کہ اگر کبھی تجھ کو قرآن کے کسی مسئلہ میں شک پڑ جائے تو ان لوگوں سے پوچھ لینا جو تجھ سے پہلے آسمانی کتابیں پڑھتے ہیں دیکھو پ ۱۱ ع ۱۵ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں پہلی کتابوں کے پڑھنے والے ایسے عالم ربانی بھی موجود تھے کہ آپ کو بھی اگر کبھی شک پڑ جاتا تو وہ رفع کر سکتے تھے الخ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے علما حضرت رسول کریم سے زیادہ عالم تھے حالانکہ خود ہی حجۃ الاسلام صفحہ ۲۱۳ میں لکھتے ہیں فی الواقع نفس الامر میں محمد رسول اللہ سلام علیہ تمام روئے زمین کے لوگوں سے اعلیٰ درجہ اول نمبر کے عالم و فاضل تھے الخ۔

اب اہل قرآن صاحب سوچیں کہ ان کا پہلا قول درست ہے یا دوسرا۔ اگر پہلا درست ہے تو دوسرا قول باطل ہے مزید براں رسول اللہ کا مطیع اہل کتاب محتاج ہدایت علما اہل کتاب ہونا ثابت ہوتا ہے حالانکہ وما ارسلناك الا كافة للناس وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله (ہم نے تجھے تمام آدمیوں کی ہدایت کے لئے رسول کر کے بھیجا ہے۔ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لیئے کہ وہ اذن خدا سے اطاعت کیا جاوے) سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام مطاع تمام خلق کے تھے خواہ وہ علما اہل کتاب ہوں یا کوئی اور لیکن جو محتاج ہدایت اغیار ہو وہ ان کا مطیع ہوگا نہ مطاع جیسا کہ کلام مجید میں ارشاد ہے افمن يهدى الى الحق احق ان يتبع امن لا يهدى الا ان يهدى فما لكم كيف تحكمون۔ یعنے جو حق کیطرف ہدایت کرے وہ زیادہ حقدار ہے کہ تابعداری کیا جاوے نہ وہ جو ہدایت نہیں کر سکتا بلکہ ہدایت کیا جاتا ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا تم کیسے حکم کرتے ہو

فرشتوں کی خطا حجۃ الاسلام صفحہ ۴۱ و ۴۲ چنانچہ فرشتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

کہ واسطے راضی کرنے آدم کے سجدہ کرد تو وہ بھی دوسری قسم کا سجدہ تھا یعنی صرف زبانی ہی معافی مانگی تھی اور صرف زبانی عجز و نیاز کر کے اپنا قصور معاف کرایا اب سوال یہ ہے کہ فرشتوں سے کونسا جرم و قصور صادر ہوا تھا جس کے لئے انکو معافی مانگنی پڑی اسکا جواب یہ ہے کہ فرشتوں نے آدم کی بہت بھاری ہتک عزت و اہانت و ذلت و حقارت کی یعنے خدا کہدیا اتجعل فیھا یہ فرشتوں کی بھاری غلطی اور خطا تھی الخ

لیجیئے فرشتے بیچارے رہگئے تھے انکو بھی خطا کار ثابت کر دیا۔ حالانکہ قرآن میں انکی عصمت کا ذکر بایں الفاظ آیا ہے یفعلون ما یؤمرون یعنی جسبات کا ان کو امر ہو وہی کرتے ہیں ہمنے فرقۂ جدیدہ کے بعض معتقدات واہیہ کو بالتفصیل لکھدیا ہے تاکہ اہل اسلام آگاہ ہوجائیں اور ان کے دام فریب سے بچیں واللہ الہادی الی سواء السبیل

سوال نمبر ۱۲ نماز جنازہ کی پانچ تکبیر پڑھنے کا کیا ثبوت ہے حضرات اہل سنت کہتے ہیں کہ اجماع صحابہ بعد خلافت عمر صاحب چار تکبیر پر ہو چکا ہے اور ائمہ اثنا عشر شیعہ بھی چار تکبیر پڑھتے رہے ہیں چنانچہ فروع کافی کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۱۰۱ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا عبداللہ فطم پسر زادہ خود پر جو صغیر السن تھا چار تکبیر نماز جنازہ پڑھنا لکھا ہے۔

الجواب پانچ تکبیر نماز جنازہ کی وجہ یہ ہے کہ نماز پنجگانہ میں سے ہر ایک سے ایک تکبیر لیگئی یا پانچ فرایض صوم۔ صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ ولایۃ کے بالعوض رکھی گئیں اور حضرات عامہ نے چار پر ہی اکتفا کی کیونکہ پانچویں میں انکو حصہ نہیں اور عامہ مردی ہے کہ انہوں نے پانچ تکبیر اس لئے چھوڑیں کہ یہ شعار شیعہ ہے چنانچہ محمد بن علی بن عمران التمیمی المالکی نے اپنی کتاب فوائد مسلم میں لکھا ہے ان زید اکبر خمسا وان رسول اللہ کان یکبرھا ولکن لنا ابو حنیفہ اور ابو یوسف صاحبان کے نزدیک ہر تکبیر قائمقام ایک رکعت کے ہے ہدایہ صفحہ ۱۶۳ اس دلیل پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ نماز کی دو رکعتیں ہیں اور تین بھی پھر کیا وجہ ہے کہ دو یا تین تکبیرات نہیں رکھی گئیں اور اس دلیل کو صحیح مان کر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر میت یا مصلی حالت سفر میں ہوں جبکہ وہ چار رکعتی نماز کو قصر کر کے دو رکعات پڑھتے ہیں تو بجگہ دو تکبیریں چاہئیں لیکن ہماری دلیل پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ پنجگانہ ہر جگہ واجب ہے

ترک هذا المذهب لانه صار علما على القول بالرفض یعنے پانچ تکبیریں پہلے شیعہ اور رسول اللہ صلعم بھی اتنی تکبیریں پڑھا کرتے لیکن چونکہ یہ شعار رافضہ تھا اسلیئے ترک کیا گیا۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد اول کتاب الجنائز باب المشی بالجنازہ والصلوٰۃ علیہا فصل ا صفحہ ۶۲۳ میں عبدالرحمٰن ابن ابی لیلےٰ سے روایت ہے قال کان زید بن ارقم یکبر على جنائزنا اربعا وانہ کبر على جنازۃ خمسا فسالناہ فقال کان رسول اللہ صلى اللہ علیہ وسلم یکبرھا رواہ مسلم۔ یعنے زید بن ارقم ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں پڑھا کرتے اور انہوں نے ایک جنازہ پر پانچ تکبیریں پڑھیں ہم نے انسے انکا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم بھی پانچ تکبیر کہا کرتے تھے۔

اور ہدایہ مترجم مطبوعہ مطبع نولکشور صفحہ ۱۲۲ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ تمام عمر پانچ تکبیر نماز جنازہ میں پڑھتے رہے چنانچہ لکھا ہے لانہ صلى اللہ علیہ وسلم کبر اربعا فی آخر صلوٰۃ صلیھا فنسخت ما قبلھا ولو کبر الامام خمسا لم یتابعہ الموتم خلافا لزفر لانہ منسوخ لما رویناہ۔ یعنے حضرت نے جو آخری نماز جنازہ پڑھی اسمیں چار تکبیریں کہیں پس جو کچھ اس کے پہلے تھا منسوخ ہو گیا اور اگر امام پانچ تکبیر کہے تو ماموم اسکا اتباع نکرے خلاف زفر کیونکہ یہ منسوخ ہے + حذیفہ یمانی سے روایت ہے ان النبی صلعم فعل ذالک وکبر علی علیہ السلام علی سہل بن حنیف خمسا وکان اصحاب معاذ یکبرون علی الجنازۃ خمسا یعنی بتحقیق حضرت نبی صلعم نے ایسا کیا اور تکبیر کہی۔ حضرت علی ع نے سہل بن حنیف پر پانچ دفعہ اور اصحاب معاذ جنازہ پر پانچ تکبیر کہا کرتے تھے۔ حضور پیغمبر صلعم سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت حمزہ رض کے جنازہ پر ستر تکبیریں کہیں اور نیز ایک روایت ہے کہ حضرت علی ع نے سہل بن حنیف پر پچیس تکبیریں کہیں لیکن یہ تکبیریں متعدد نماز ونمیں تھیں گویا اول الذکر پر چودہ اور آخر الذکر پر پانچ نمازیں ہوئیں۔ ابن القیم نے زاد المعاد جلد اول صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور میں لکھا ہے وکان صلى اللہ علیہ وسلم یام باخلاص الدعاء للمیت وکان یکبر اربع تکبیرات وصح عنہ انہ کبر

خمسا وکان الصحابہ بعدہ یکبرون اربعا وخمسا وستا فکبر زید بن ارقم خمسا و
ذکر ان النبی کبرہا ذکرہ مسلم وکبر الامام علی ابن طالب رضی اللہ عنہ علی سہل
بن حنیف ستا وکان یکبر علی اہل بدر ستا وعلی غیرہم من الصحابۃ خمسا
وعلی سائر الناس اربعا ذکرہ الدارقطنی وذکرہ سعید بن منصور عن الحکم
عن ابن عیینہ انہ قال کانوا یکبرون علی اہل بدر خمسا وستا وسبعا
وہذہ اٰثار صحیحۃ فلا موجب للمنع منہا والنبی لم یمنع مما زاد علی اربع
بل فعلہ ہو واصحابہ من بعدہ والذین منعوا من الزیادۃ علی اربع منہم
من احتج بحدیث بن عباس ان اٰخر جنازۃ صلی علیہا النبی کبر اربعا قالوا و
ہذا اٰخر الامرین وانما یوخذ بالاٰخر فالاٰخر من فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا وہذا
الحدیث قد قال الخلال فی العلل اخبرنی حارث قال سئل الامام احمد عن حدیث
ابی الملیح عن میمون عن ابن عباس فذکر الحدیث فقال احمد ہذا کذب
لیس لہ اصل انما رواہ محمد بن زیاد الطحان وکان یضع الحدیث واحتجوا
بان میمون بن مہران روی عن ابن عباس ان الملائکۃ لما صلت علی
اٰدم فکبرت اربعا وقالوا تلک سنتکم یا بنی اٰدم وہذا الحدیث قد قال فیہ
الاثرم حربی ذکر محمد بن معاویہ النیسابوری الذی کان بمکۃ فسمعت
ابا عبد اللہ قال رأیت احادیثہ موضوعۃ فذکر منہا عن ابی الملیح
عن میمون بن مہران عن ابن عباس ان الملائکۃ صلت علی اٰدم فکبرت
علیہ اربعا واستعظمہ ابو عبد اللہ وقال ابو الملیح کان اصح حدیثا واتقی اللہ
من ان یروی مثل ہذا واحتجوا بما رواہ البیہقی من حدیث یحیی عن
ابی عن النبی ان الملائکۃ صلت علی اٰدم فکبرت علیہ اربعا وقالت ہذا
سنتکم یا بنی اٰدم وہذا لا یصح وقد روی مرفوعا وموقوفا وکان

اصحاب معاذ یکبرون خمسا قال علقمہ قلت لعبد اللہ ان ناسا من اصحاب معاذ
تدموا من الشام کبروا علی المیت لہم خمسا فقال عبد اللہ لیس علی المیت
فی التکبیر وقت کبر ما کبر الا مام فاذا انصرف انصرف خلاصہ مطلوب یہ ہے کہ
حضرت سالتمآبؐ چار تکبیر کہتے تھے اور یہ بھی صحیح ہے کہ پانچ بھی کہتے تھے اور آپکے بعد صحابہ
چار پانچ اور چھ تکبیریں کہتے تھے اور مسلم میں مذکور ہے کہ زید بن ارقم نے پانچ تکبیریں کہیں اور ذکر
کیا کہ پیغمبرؐ بھی اتنی کہتے تھے اور امام علی ابن ابی طالبؑ نے سہل بن حنیف پر چھ تکبیر کہیں اور
دار قطنی نے ذکر کیا ہے کہ آپ اہل بدر پر چھ دوسر صحابہ پر پانچ اور باقی لوگوں پر
چار تکبیر کہا کرتے تھے اور سعید بن منصور نے حکم بن عیینہ سے ذکر کیا ہے کہ اہل بدر پر پانچ چھ اور سات
تکبیریں کہا کرتے تھے اور یہ آثار صحیح ہیں پس انکے منع کرنیکا کوئی سبب نہیں اور نہ نبیؐ نے چار سے
زیادہ تکبیروں سے منع کیا بلکہ خود جناب اور صحابہ نے چار سے زیادہ کہیں لیکن جن لوگوں نے
چار سے زیادہ کہنے کی ممانعت کی ہے ان میں سے ایک گروہ حدیث ابن عباس کو دلیل کے
طور پر پیش کرتا ہے کہ اس نے کہا حضور نے جو آخری جنازہ پڑھا اسمیں چار تکبیریں کہیں اور آخری پر ہی
عمل ہوتا ہے لیکن امام احمد نے فرمایا ہے کہ یہ جھوٹ ہے اور اسکی کوئی اصلیت نہیں اس کو محمد بن
زیاد الطحان نے روایت کیا ہے جو جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا اور بعض کا عمل اس حدیث کی
بنا پر ہے کہ ملائکہ نے جنازہ آدم پر چار تکبیریں کہیں اور کہا اے بنی آدم یہی تمہارے لئے سنت ہے
لیکن یہ حدیث بھی درست نہیں اور مروی ہے کہ اصحاب معاذ پانچ تکبیر کہا کرتے تھے علقمہ کہتا ہے
کہ میں نے عبد اللہ سے کہا کہ بعض اصحاب معاذ شام سے آئے اور انہی ایک میت پر پانچ تکبیریں کہیں
عبد اللہ کہتا ہے کہ جو تکبیر امام کہے وہی کہو جب وہ چلا جاوے تو چلے جاؤ۔ یہ علی التواتر ثابت ہو
چکا ہے کہ مذہب امامیہ میں نماز جنازہ کی پانچ تکبیریں ہیں۔ کافی باب ۲ علۃ تکبیر الخمس کی حدیث سے
معلوم ہوتا ہے کہ جس میت پر حضرت رسولؐ چار تکبیر پڑھتے تھے وہ منافق ہوتا تھا۔ حدیث کافی
محمول علی التقیہ ہے کیونکہ اول تو امام زادہ چھ سال کی عمر تک نہیں پہنچا تھا جیسا کہ کتب تواریخ

میں مندرج ہے اور اسی لئے صاحب وسایل الشیعہ نے اس حدیث کو باب عدم وجوب الصلوٰۃ علی جنازۃ من لم یبلغ ستاً (یعنے چھ سال سے کم عمر کے جنازہ پر نماز جنازہ واجب نہیں) کے ذیل میں نقل کیا ہے۔ دوم یہ کہ اس حدیث کے آخری فقرے اس امر کے مشعر ہیں اور وہ یہ ہیں ثم قال انہ لم یکن یصلی علی الاطفال انما کان امیر المومنینؑ یامر بھم فیدفنون من وراء ولا یصلی علیھم وانما صلیت علیہ من اجل اھل المدینۃ کراھیۃ ان یقولوا لا یصلون علی اطفالھم۔ یعنے آپ اطفال پر نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اور نہ ہی امیر المومنینؑ ایسے بچوں کی نماز پڑھا کرتے تھے میں نے اس بچہ پر اہل مدینہ کے سبب سے نماز پڑھی ہے اس غرض سے کہ ایسا نہ ہو یہ کہیں کہ یہ اپنے بچوں پر نماز نہیں پڑھتے۔

سوال ۳۴۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ذبح گاؤ کے عمداً ترک کرنے میں کچھ مضایقہ ہے یا نہیں درحالیکہ مملکت ہند میں بسبب کثرت ذبح گاؤ زراعت اور دودھ گھی وغیرہ میں حرج و نقصان عظیم واقع ہے اہل ہنود جو مدت سے دعویٰ ہمسائیگی رکھتے ہیں چاہتے ہیں کہ مسلمان بطریق اُن کی ہمدردی گاؤکشی چھوڑ دیں نہ اس لحاظ سے کہ یہ جانور درجۂ عظمت رکھتا ہے یا یہ کہ اس کا گوشت حرام ہے اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ہر سال ذبح گاؤ سے فتنہ و فساد ہوتا ہے اور آیا حدیث لحم البقر داء ولبنھا دواء وسمنھا شفاء معتبر و مستند ہے یا نہیں۔

جواب۔ عمداً ذبح گاؤ کے ترک کر دینے میں البتہ مضایقہ ہے چنانچہ شیخ حسن صاحب جواہر الکلام نے کتاب الاطعمۃ والاشربۃ میں فرمایا ہے الثانی فی البھایم ولا خلاف بین المسلمین فی انہ یوکل منہ الانسیۃ منھا جمیع اصناف الابل والبقر والغنم بل ھو من ضروریات الدین۔ (یعنے اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ تمام اقسام شتر و گائے اور بز انسی کا گوشت کھایا جاوے بلکہ یہ دین کے مسایل ضروریہ میں سے ہے) جناب سایل نے ترک ذبح گاؤ کے لئے تین وجوہ کا ذکر کیا ہے (۱) کثرت ذبح گاؤ سے حرج و نقصان (۲) رعایت حقوق ہمسائیگی اہل ہنود (۳) فتنہ و فساد کا وقوع لیکن یہ تینوں جہیں مطرود ہیں بدلایل ذیل (۱) اشیاء حلال کا استعمال حرج و نقصان کا موجب نہیں ہو سکتا

فی عیون اخبار الرضا و علل الشرائع عن محمد بن سنان ان ابا الحسن علی بن موسی الرضا علیہ السلام کتب الیہ فیما کتب من جواب مسائلہ انا وجدنا کل ما احل اللہ ففیہ صلاح العباد و بقاؤھم

ولھم الیہ الحاجۃ التی لا یستغنون عنھا و وجدنا المحرم من الاشیاء لا حاجۃ للعباد الیہ و وجدناہ مفسدا

داعیا الی الفناء والھلاک اور علل و عیون میں آپ کا وہ خط مندرج ہے جسمیں آپنے مسائل محمد بن سباط کے جواب میں علت حلت اصناف ثلثہ بہائم کو بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے

احل اللہ عزوجل البقر والغنم والابل لکثرتہا وامکان وجودھا۔ خلاصہ ہر دو کا یہ ہے۔ کہ ہم نے پایا کہ ہر شے جو خدا نے حلال کی ہے اسمیں بندوں کی بہتری اور انکا بقا ہے اور انکو اسکی ایسی ضرورت ہے کہ وہ سوائے اس کے پوری نہیں ہو سکتی اور ہر شے جو خدا نے حرام کی ہے اسکی طرف بندوں کو حاجت نہیں اور وہ مفسد اور فنا اور ہلاکت کی طرف لیجانے والی ہے۔ اور خدا نے اونٹ۔ گائے بکری کو انکی کثرت اور امکان وجود کی وجہ سے حلال کیا ہے۔ ان ہر دو فرامین امام سے ثابت ہوا کہ ذبح گاؤ میں صلاح عباد ہے نہ کہ نقصان اور غربا کو اس کے گوشت کی اور عوام کو اس کے چمڑے کیطرف ایسی احتیاج ہے کہ وہ ذبح گاؤ سے ہی پوری ہو سکتی ہے اور یہ امر عیاں ہے محتاج بیان نہیں۔ ثانیاً یہ کہ گائے اسی لئے حلال کیگئی ہے کہ یہ کثرت سے ہے پھر حرج کیسا اور اگر کثرت ذبح گاؤ موجب حرج و نقصان ہوتی تو ہندوستان میں جہاں کہ زراعت کا مدار گائے پر ہے۔ پیداوار غلہ و حبوب کم ہوتی حالانکہ سرکاری رپورٹیں مظہر ہیں کہ غلہ بنسبت ماضیہ سے ہر سال اضعاف مضاعف ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ ذبح گاؤ سے غلہ وغیرہ گراں نہیں ہو رہا۔ دودھ اور گھی کی گرانی کیوجہ بھی ذبح گاؤ نہیں بلکہ گرانی غلہ ہے جہاں غلہ گراں ہوتا ہے وہاں ہر شے گراں ہو جاتی ہے اور غلہ کی گرانی کیوجہ اکسپورٹ ہے پس ثابت ہوا کہ ہر شے کی گرانی کیوجہ غلہ کی گرانی ہے +

(۲) مسلمان ہندؤں کے مذہبی احساس کو صدمہ پہنچانے کے لئے گائے کا گوشت نہیں کھاتے بلکہ بدو اسلام سے یہ انکی غذا ہے اور جب ہندوستان میں نہیں آئے تھے تو بھی کھاتے تھے اگر حقوق ہمسائگی کا یہی تقاضا ہے تو کل کو وہ یہ کہیں گے مسلمان دال دینا چھوڑ دیں۔ مسلمان عیسائیوں کو کہیں گے کہ تم لحم الخنزیر کو چھوڑ دو۔ سکھ سب کو کہیں گے کہ تمباکو نوشی بند کر دیں۔ اس طرح تو انتظام عالم میں خلل پڑ جائے +

حق ہمسائگی یہ ہے کہ ہمسایوں کے مذہبی جذبات کا لحاظ رکھیں ان کے سامنے کوئی ایسی بات نہ کریں اور نہ کہیں جس سے ان کا دل دُکھے گائے ان کے سامنے ان کو صدمہ پہنچانے کے لئے ذبح نہ کی جاوے غرض ان تمام باتوں سے احتراز کریں اور باقی اپنی جگہ ہر شخص اور ہر قوم آزاد ہے۔

(۴) ذبح گاؤ سے ہی فتنہ و فساد نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر قوم حدود مقررہ سے گزر جاتی ہے۔ مثلاً مسلمان کسی ایسی جگہ پر ذبح کریں جو رہ گزر ہے یا ہندو جائے مقرر پر ذبح کرنے سے بھی مسلمانوں کے سر ہوں۔ لیڈران قوم کو فتنہ و فساد کی وجہیں دریافت کرکے انکی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ ذبح گائے فتنہ کا سبب نہیں۔ یقین ہے اہل ہنود افسران کمسریٹ سے بھی فساد کرتے حالانکہ ایسا آج تک کبھی نہیں ہوا اس کی وجہ مفسدوں کی جہالت اور تعصب ہے

حدیث لحم البقر داء فروع کافی کتاب الاطعمہ والاشربہ باب لحم البقر و شحومہا میں اور نیز دعائم۔ المکارم جواہر الکلام اور وسائل الشیعہ میں بھی ہے۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے مراۃ العقول شرح فروع کافی جلد ۴ کتاب الاطعمہ والاشربہ صفحہ ۲۶۳ میں اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے ضعیف علی المشہور اور اگر اس کو صحیح بھی مانا جائے تو بھی یہ ذبح گاؤ پر دال نہیں کیونکہ اگرچہ لحم البقر داء ہے لیکن اس کی چربی بیماری کو نکالتی ہے۔ چنانچہ کافی کے اسی باب میں اور حلیۃ المتقین میں ایک روایت ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جو کوئی ایک لقمہ چربی گاؤ کھائے اسی قدر اسکے بدن سے درد نکلتا ہے اور نیز چقندر کیساتھ گائے کا گوشت کھانے سے سفیدی دور ہوتی ہے۔ مزید برآں فعل حضرت ابراہیم خلیل فما لبث ان جاء بعجل حنیذ سے بھی ذبح گائے فعل نبی ثابت ہوتا ہے

حررہ

مرزا احمد علی امرتسری عفی عنہ بقلمہ

بشارت

کون نہیں جانتا کہ آجکل مخالفین اسلام۔ اللہ کے برگزیدہ دین اسلام پر
کیسے سخت حملے کر رہے ہیں۔ اسلام کو بدنام کرنے کے لیے طرح طرح
کے حیلے نکالتے ہیں۔ اور صورت اسلام کو بدنما کر کے پیش کرتے ہیں ان مخالفوں
میں فرقہ جدیدہ آریہ سماج اسلام کا سخت دشمن ہے۔ اس کے بانی سوامی
دیانند نے ایک کتاب ستیارتھ پرکاش تردید مذاہب ہندوستان
میں لکھی ہے۔ اور اس کتاب کا ایک باب مخصوص تردید اسلام میں ہے۔ جس میں
اس نے قرآن شریف کے ابتداء سے انتہا تک تمام آیات پر اعتراض کیے ہیں اور جس گستاخی
اور دریدہ دہنی سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض لغو کیے ہیں ایماندار آدمی ان
گستاخانہ الفاظ کی تاب نہیں لاسکتا۔ فرقہ وہابیہ و مرزائیہ کی طرف سے اس کتاب کے جوابات
شایع ہوئے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ اعتراض خود انہی کی احادیث موضوعہ پر مبنی ہیں اس لئے وہ
جوابات بالکل ناقص ہیں۔ چونکہ فرقہ حقہ ناجیہ حضرت پیغمبرؐ کے قول مبارک انی تارک
فیکم الثقلین پر ایمان لایا ہوا ہے اور ایک ہاتھ سے قرآن کو اور دوسرے ہاتھ سے
دامان اہل بیت کو تمسک کیا ہے۔ اس لئے قرآن کی حمایت انکا فرض اولین ہے۔ لیکن
چونکہ اس کتاب کا کوئی جواب آجتک مذہب حقہ کی طرف سے شایع نہیں ہوا۔ اس
ضرورت کو محسوس کر کے اس کا جواب باصواب تیار ہو رہا ہے۔ یہ نہ صرف
اعتراضات کا جواب۔ بلکہ قرآنی آیات کی صحیح و مختصر تفسیر بھی ہے۔ خوبی تو دیکھنے پر
منحصر ہے لیکن ابھی اتنا کہتا ہوں کہ اسلام و قرآن کی اصلی تصویر دیکھنی ہو تو اس کتاب
لاجواب کو دیکھیں بہت جلد طبع ہونے والی ہے۔ قیمت بھی غالباً ۱ر سے زیادہ نہ ہو

الہلال فی احوال البلال

حضرت بلالؓ موذن رسول اللہؐ کی سوانح عمری بھی طبع ہونے والی ہے۔ قیمت ۲ر

درخواستیں جلد بھیجیں +